روزنامہ

ٹیلی فون نمبر 047-6213029 FD-10

الفضل

ایڈیٹر : عبدالسمیع خان

web: http://www.alfazl.org
email: editor@alfazl.org

جمعہ 12 نومبر 2010ء 5ذی الحجہ 1431 ہجری 12نبوت 1389ہش جلد 60-95 نمبر 232

دائمی برکت کے لئے دعا

قریباً 1883ء میں حضرت مسیح موعودکواللہ تعالیٰ نے الہامی طور پر ایک طرف برکت کے حصول کی یہ دعا سکھلائی اور پھر کمال لطف واحسان سے اس کے منظور ہوجانے کی خبر بھی عطا فرمائی۔

ترجمہ: اے میرے رب مجھے ایسا مبارک کرکہ ہرجگہ میں بودوباش کروں برکت میرے ساتھ رہے۔

(براہین احمدیہ حصہ چہارم روحانی خزائن جلد1صفحہ 621)

ارشادات عالیہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ

میں بار بار کہتا ہوں اور زور سے کہتا ہوں کہ اگر عقائد دینیہ فلسفہ کے رنگ پر اور ہندسہ اور حساب کی طرح عام طور پر بدیہی الثبوت ہوتے تو وہ ہرگز نجات کا ذریعہ نہ ٹھہر سکتے۔ بھائیو۔ یقیناً سمجھو کہ نجات ایمان سے وابستہ ہے اور ایمان امور مخفیہ سے وابستہ ہے۔ اگر حقائق اشیاء مستور نہ ہوتے تو ایمان نہ ہوتا اور اگر ایمان نہ ہوتا۔ تو نجات کا کوئی ذریعہ نہ ہوتا۔ ایمان ہی ہے جو رضاء الٰہی کا وسیلہ اور مراتب قرب کا زینہ اور گناہوں کا زنگ دھونے کے لئے ایک چشمہ ہے اور ہمیں جو خدا تعالیٰ کی طرف حاجت ہے اس کا ثبوت ایمان ہی کے ذریعہ سے ملتا ہے کیونکہ ہم اپنی نجات کے لئے اور ہر ایک دکھ سے راحت پانے کے لئے خدا تعالیٰ کے محتاج ہیں اور وہ نجات صرف ایمان سے ہی ملتی ہے کیا دنیا کا عذاب اور کیا آخرت کا دونوں کا علاج ایمان ہے۔ جب ہم ایمان کی قوت سے ایک مشکل کا حل ہوجانا غیر ممکن نہیں دیکھتے تو وہ مشکل ہمارے لئے حل کی جاتی ہے۔ ہم ایمان ہی کی قوت سے خلاف قیاس اور بعید از عقل مقاصد کو بھی پالیتے ہیں۔ ایمان ہی کی قوت سے کرامات ظاہر ہوتی ہیں اور خوارق ظہور میں آتے ہیں اور انہونی باتیں ہوجاتی ہیں۔ پس ایمان ہی سے پتہ لگتا ہے کہ خدا ہے خدا فلسفیوں سے پوشیدہ رہا اور حکیموں کو اس کا کچھ پتہ نہ لگا۔ مگر ایمان ایک عاجز دلق پوش کو خدا تعالیٰ سے ملا دیتا ہے اور اس سے باتیں کرا دیتا ہے مومن اور محبوب حقیقی میں قوت ایمانی دلالہ ہے۔ یہ قوت ایک مسکین ذلیل خوار مردود خلائق کو قصر مقدس تک جو عرش اللہ ہے پہنچا دیتی ہے اور تمام پردوں کو اٹھاتی اٹھاتی دلآرام ازلی کا چہرہ دکھا دیتی ہے سو اٹھو ایمان کو ڈھونڈو اور فلسفہ کے خشک اور بےسود ورقوں کو جلاؤ کہ ایمان سے تم کو برکتیں ملیں گی۔ ایمان کا ایک ذرہ فلسفہ کے ہزار دفتر سے بہتر ہے اور ایمان سے صرف آخری نجات نہیں بلکہ ایمان دنیا کے عذابوں اور لعنتوں سے بھی چھڑا دیتا ہے اور روح کے تحلیل کرنے والے غموں سے ہم ایمان ہی کی برکت سے نجات پاتے ہیں۔ وہ چیز ایمان ہی ہے جس سے مومن کامل سخت گھبراہٹ اور قلق اور کرب اور غموں کے طوفان کے وقت اور اس وقت کہ جب ناکامی کے چاروں طرف سے آثار ظاہر ہوجاتے ہیں اور اسباب عادیہ کے تمام دروازے مقفل اور مسدود نظر آتے ہیں مطمئن اور خوش ہوتا ہے ایمان کامل سے سارے استبعاد جاتے رہتے ہیں اور ایمان کو کوئی چیز ایسا نقصان نہیں پہنچاتی جیسا کہ استبعاد اور کوئی ایسی دولت نہیں جیسا کہ ایمان۔

(آئینہ کمالات اسلام۔ روحانی خزائن جلد5ص270)

خطبہ عیدالاضحیٰ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مورخہ 17 نومبر 2010ء کو بیت الفتوح لندن میں خطبہ عیدالاضحیٰ ارشاد فرمائیں گے۔ جو کہ پاکستانی وقت کے مطابق سہ پہر 3:30 بجے ایم ٹی اے انٹرنیشنل پر براہ راست نشر ہوگا۔ احباب نوٹ فرمالیں۔اور استفادہ فرمائیں۔

مکرم شیخ محمود احمد صاحب مردان کی راہ مولیٰ میں قربانی کی تفصیل

مورخہ 8نومبر 2010ء کو رات تقریباً 7:45 بجے مکرم شیخ محمود احمد صاحب اور ان کے بیٹے مکرم شیخ عارف محمود صاحب اپنی دکان واقع Bucket گنج بازار مردان سے دکان بند کرکے واپس گھر آرہے تھے کہ جب گھر کے قریب پہنچے تو نامعلوم موٹرسائیکل سواروں نے ان پر فائرنگ کردی۔ یہ باپ، بیٹا بھی موٹرسائیکل پر سوار تھے۔ بیٹا موٹرسائیکل چلا رہا تھا جبکہ مکرم شیخ محمود احمد صاحب پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ فائرنگ کرنے والوں نے پیچھے سے فائر کیے اور فرار ہوگئے، تین فائر مکرم شیخ محمود احمد صاحب کو لگے اور ایک فائر ان کے بیٹے مکرم عارف محمود صاحب کو کولہے میں لگا۔ فائرنگ

باقی صفحہ 2 پر

ٹینڈر مطلوب ہیں

قربانی کی کھالیں خریدنے کے خواہشمند حضرات اپنے ٹینڈر مورخہ 15 نومبر 2010ء شام 6 بجے تک دفتر صدر عمومی لوکل انجمن احمدیہ ربوہ میں جمع کروا دیں۔ ٹینڈر مورخہ 16 نومبر کو شام 5 بجے ٹینڈر دہندگان کی موجودگی میں کھولے جائیں گے۔

(صدر عمومی لوکل انجمن احمدیہ ربوہ)

محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد مورخ احمدیت

عالم روحانی کے لعل و جواہر نمبر 596

اللہ والوں کی ایک مبارک مجلس

تاج الاصفیا حضرت شیخ محمد اکرم قدوسی بارہویں صدی ہجری کے ایک عظیم القدر صوفی گزرے ہیں آپ کی کتاب ''اقتباس الانوار'' تصوف کا شاہکار ہے۔اس معرکہ آراء تالیف میں قطب عالم حضرت شیخ سوندھا قدس سرّہ کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

''کہتے ہیں کہ ایک دفعہ قصبہ کیتھل میں شیخ بدھنی کے عرس کے موقع پر آپ موجود تھے اس وقت میں آپ کے ایک رفیق شیخ عبدالقادر بھی موجود تھے جن پر سماع میں وجد طاری ہوا اور پکار کر کہنے لگے کہ دوستو! دیکھو حضرت خواجہ معین الدین نبی ہند موجود ہیں۔اس مجلس میں شہر کا قاضی بھی موجود تھا آپ کی زبان سے یہ کلمات سن کر اس نے کہا کہ یہ درویش کافر ہوگیا ہے کہ غیر نبی کو نبی کہہ رہا ہے۔ پس اس کا قتل کرنا واجب ہے۔ میرے مرشد نے قاضی سے کہا لا یواخذ العشاق بما یصدر منھم عاشقوں کی زبان سے جو کچھ نکل جائے اس کا مواخذہ نہیں ہوسکتا۔نیز بزرگوں نے فرمایا ہے کہ ع

دیوانہ بہ دست خویشتن نیست

دیوانہ اپنے قبضے میں نہیں ہوتا جب دیوانہ کو شریعت نے معاف کیا ہے اور حق تعالیٰ اس کو کوئی تکلیف نہیں دیتا تم کس لئے بندگان خدا کی گرفت کررہے ہو۔حالانکہ اس درویش کی حالت کا علم نہیں ہے کس حال میں یہ کلمات کہے ہیں۔ممکن ہے وہ اس وقت مقام فنافی الرسول میں ہوں اور آنحضرت ﷺ کو حضرت خواجہ معین الدین کی صورت میں دیکھا ہو۔یہ کلمات غلبہ شوق میں ان کی زبان سے سرزد ہوئے ہیں۔ نیز لفظ نبی کا اطلاق ہر ولی پر بھی ہوسکتا ہے۔جس کا مطلب ہے کہ ذات وصفات حق کی خبر دینے والا نہ کہ منصب نبوت ورسالت رکھنے والا۔غرضیکہ حضرت اقدس نے اس جاہل قاضی کو جس قدر دلائل پیش کئے اس پر کوئی اثر نہ ہوا بلکہ محضر قائم کرنے پر آمادہ ہوگیا۔ جب حضرت اقدس نے دیکھا کہ قاضی اپنی موت پر راضی ہے تو ایک دم جلال ولایت صابری نے جوش مارا اور آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے کہ ''اے قاضی تو ناحق درویشوں کے قتل پر آمادہ ہے انشاء اللہ تعالیٰ تو کتے کی طرح بھونک بھونک کر مر جائے گا۔'' ان الفاظ کا آپ کی زبان مبارک سے نکلنا تھا کہ قاضی تپ دق میں مبتلا ہوگیا اور روز بروز اس کی حالت زبوں تر ہوتی گئی اور قریب المرگ ہوگیا۔لوگ اس کو اٹھا کر حضرت اقدس کے پاس قصبۂ بوہر میں لے آئے۔اس نے جس قدر آہ وزاری کی کوئی فائدہ نہ ہوا۔آپ نے فرمایا تیر نشانہ پر بیٹھ چکا ہے۔اب اس کا واپس لانا محال ہے۔ چنانچہ لوگ اسے اٹھا کر کیتھلی کی طرف لے گئے۔لیکن وہ راستے میں مرگیا۔کسی نے خوب کہا ہے۔ ؎

جراحات السنان لھا التیام
ولا یلتام ماجرح اللسان

(نیزوں کے مجروح شفایاب ہو سکتے ہیں لیکن اولیاء کی زبان کے مجروح کا کوئی علاج نہیں ہے۔)

(ترجمہ ''اقتباس الانوار'' صفحہ 881-882 ناشر بزم اتحاد المسلمین لاہور طبع دوم ذوالحجہ 1409ء مطابق جولائی 1989ء)

سلسلہ احمدیہ کی ایک خدارسیدہ خاتون

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی نانی اماں حضرت سیدہ سعیدۃ النساء سلسلہ احمدیہ کی ایک نہایت خدا رسیدہ اور برگزیدہ خاتون تھیں جن کا مقدس پیکر حضرت مسیح موعود کے اعجاز احیاء موتیٰ کا چلتا پھرتا نشان تھا۔ایک بار آپ سخت بیمار ہوگئیں اور زندہ بچنے کی کوئی امید نہ رہی حتیٰ کہ حضرت ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ کا بھی خیال تھا کہ صبح جنازہ ہوگا۔اسی روز عالم رویاء میں حضرت سیدہ کو حضرت مسیح موعود کی زیارت ہوئی حضور نے خواب میں آپ کو پیالہ میں دم کرکے اس کا پانی اپنے دست مبارک سے دیا اور فرمایا کہ اس کو پی لیں اللہ تعالیٰ شفا دے گا۔ آپ نے دریافت کیا آپ کا اسم شریف کیا ہے فرمایا میں مسیح موعود ہوں.........اور میرا نام غلام احمد ہے اور قادیان میں میری سکونت ہے۔خدا کا ایسا فضل ہوا کہ خواب میں پانی پیتے ہی صحتیاب ہوگئیں جس پر انہوں نے دلی عہد کیا کہ حضور کی خدمت میں جلد بیعت کے لئے حاضر ہوں گی۔ تصرف الٰہی یہ بھی ہوا کہ اسی روز آپ کا بھتیجا شیر شاہ بھی قادیان سے دوائی لے کر آگیا اور اس نے سارا ماجرا بیان کیا کہ حضرت صاحب نے بڑی توجہ اور درد دل سے دعا کی ہے اور فرمایا ہے کہ وہ اچھی

باقی صفحہ 11 پر

بقیہ صفحہ 1 راہ مولیٰ میں قربانی کی تفصیل

کے نتیجے میں مکرم شیخ محمود احمد صاحب موقع پر وفات پاگئے۔جبکہ بیٹے کو لگنے والی گولی نے اس کا مثانہ اور بڑی آنت زخمی کردی۔مضروب بیٹا پشاور ہسپتال میں زیرِ علاج ہے۔اور روبصحت ہے۔

مورخہ 9 نومبر 2010ء کو احاطہ دفاتر صدر انجمن احمدیہ ربوہ میں محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظر اعلیٰ وامیر مقامی ربوہ نے مرحوم کی نماز جنازہ پڑھائی اور قبرستان عام میں تدفین کے بعد محترم صاحبزادہ صاحب نے ہی دعا کروائی۔

مرحوم کے دادا حضرت شیخ نیاز دین صاحب نے 1907ء میں حضرت مسیح موعود کے دستِ مبارک پر بیعت کی تھی اور رفیق ہونے کا شرف پایا تھا، جبکہ مرحوم کے والد مکرم شیخ نذیر احمد صاحب نے بعد میں 1932ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے دستِ مبارک پر بیعت کی تھی۔ یہ خاندان کوئٹہ کا رہنے والا تھا۔ 1935ء میں کوئٹہ میں زلزلہ کے بعد یہ خاندان ہجرت کرکے مردان آگیا اور مردان میں کاروبار شروع کردیا۔

مکرم شیخ محمود احمد صاحب سات بھائی اور چار بہنیں ہیں۔مکرم شیخ محمود احمد صاحب کے علاوہ مکرم شیخ مشتاق احمد صاحب،مکرم شیخ مسعود احمد صاحب،مکرم شیخ ناصر احمد صاحب اور مکرم شیخ مظفر احمد صاحب وفات پاچکے ہیں جبکہ اس وقت دو بھائی مکرم شیخ جاوید احمد صاحب اور مکرم شیخ شبیر احمد صاحب حیات ہیں۔جبکہ ہمشیرگان میں محترمہ ثریا نذیر صاحبہ اہلیہ مکرم خواجہ حبیب اللہ صاحب،محترمہ فرزانہ انور صاحبہ اہلیہ مکرم محمد انور گل صاحب، محترمہ ساجدہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم محبوب احمد صاحب اور محترمہ فہمیدہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم حلیم اقبال قریشی صاحب شامل ہیں۔

مکرم شیخ محمود احمد صاحب کا گھر بیت الذکر مردان کے بالکل نزدیک ہے، جس پر دو ماہ قبل خودکش حملہ بھی ہوا تھا اور اُس سانحہ میں ان کے بھتیجے مکرم شیخ عامر رضا صاحب راہ مولیٰ میں قربان ہوگئے تھے۔مکرم شیخ صاحب کا خاندان تجارت پیشہ خاندان ہے اور احمدی ہونے کی وجہ سے مردان میں مخالفین ومعاندین کی نظر میں ہمیشہ کھٹکتا رہا ہے اور اُن کی طرف سے انہیں ہمیشہ سے مصائب و مشکلات کا سامنا رہا ہے، لیکن ان کا پورا خاندان بڑی بہادری کے ساتھ ان مصائب ومشکلات کا سامنا کرتا چلا آرہا ہے۔مکرم شیخ محمود احمد صاحب اور ان کے سب بھائیوں کو مختلف اوقات میں تقریباً 20 جماعتی مقدمات میں اسیر راہ مولیٰ ہونے کی توفیق ملی۔شہید مرحوم کے دو بھائیوں کو ایک جماعتی مقدمہ میں عدالت نے پانچ سال قید کی سزا سنائی حالانکہ مذکورہ مقدمہ کی زیادہ سے زیادہ سزا تین سال تھی۔ اسی بناء پر بعد میں ہائیکورٹ سے بری ہوئے۔اس کے علاوہ مرحوم کے ایک بھائی مکرم شیخ مشتاق احمد صاحب مرحوم کو 1974ء میں انتظامیہ نے ضلع بدر کردیا تھا۔

1974ء میں قومی اسمبلی میں جماعت کے حوالے سے ہونے والی کارروائی کے دوران مخالفین کے مطالبہ پر ایک کتاب کی حوالہ کے طور پر ضرورت پیش آئی۔مطلوبہ کتاب بظاہر میسر نہ تھی۔ مرحوم اِن دنوں اسلام آباد میں تھے آپ کو علم ہوا تو مردان جاکر کسی لائبریری سے مطلوبہ کتاب لاکر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی خدمت میں پیش کردی تھی۔ابھی اسلام آباد میں ہی مقیم تھے کہ ایک دو روز بعد ایک اور کتاب کی ضرورت پیش آئی۔آپ دوبارہ مردان گئے اور اگلے روز کتاب لاکر پیش کردی تھی۔

2008ء میں مرحوم کو معاندین احمدیت نے اغواء کرلیا تھا اور 22 روز بعد 20 لاکھ روپے تاوان دے کر رہائی عمل میں آئی تھی۔پہلے تو اغواء کنندگان کا رویہ نہایت متعصّبانہ تھا تاہم آپ کا کردار، نماز تہجد اور دیگر نمازوں کی ادائیگی دیکھ کر رویے میں تبدیلی آئی اور ٹھنڈے پانی اور پنکھے وغیرہ کی سہولت دے دی۔ان کے گھر والوں نے بتایا کہ مرحوم بیان کیا کرتے تھے کہ اغواء کے دوران وہ روزانہ تقریباً ایک ہزار مرتبہ درود شریف پڑھا کرتے تھے۔

اغواء کے واقعہ کے تقریباً تین ماہ بعد ان کی دکان میں بم رکھ دیا گیا تھا جو رات 10 بجے پھٹا تھا جس میں مالی نقصان تو ہوا تھا تاہم جانی نقصان سے محفوظ رہے تھے۔اس کے علاوہ مرحوم کے ایک بھائی مکرم شیخ جاوید احمد صاحب کی دکان پر سالِ رواں میں 5/مارچ 2010ء کو دھماکہ کیا گیا جس میں بفضل اللہ تعالیٰ جانی نقصان سے محفوظ رہے۔

مرحوم کی عمر 58 سال تھی اور تعلیم بی۔اے تھی آپ فعال داعی الی اللہ تھے۔نماز تہجد اور نماز پنجگانہ کے پابند تھے۔بااخلاق اور باعمل احمدی تھے۔حضور انور کے خطبات سننے کی سختی سے خود بھی اور بچوں سے بھی پابندی کرواتے تھے۔چندہ جات کی تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔آپ نے مردان شہر میں مختلف مقامات پر رفاہ عامہ کی غرض سے پانچ الیکٹرک واٹر کولر لگوائے۔

مرحوم نے پسماندگان میں اہلیہ محترمہ ذکیہ بیگم صاحبہ کے علاوہ دو بیٹے مکرم شیخ عارف محمود صاحب عمر 27 سال مکرم شیخ یاسر محمود صاحب عمر 26 سال اور دو بیٹیاں مکرمہ رابعہ محمود صاحبہ اہلیہ مکرم شیخ عمر جاوید صاحب اور مکرمہ صادقہ محمود صاحبہ غیر شادی شدہ یادگار چھوڑی ہیں۔احباب جماعت سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو غریق رحمت کرے اور تمام پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔آمین

پبلشر وپرنٹر : طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ ♦ مطبع: ضیاء الاسلام پریس ♦ مقام اشاعت : دارالنصر غربی چناب نگر ربوہ ♦ قیمت 5 روپے

محمد طاہر ندیم صاحب۔عربی ڈیسک یو۔کے

مصالح العرب۔عرب اور احمدیت

قسط نمبر 8

مکرم منیر الحصنی صاحب کا قبول احمدیت

حضرت ولی اللہ شاہ صاحب نے دمشق میں چھ ماہ کے قریب عرصہ قیام فرمایا۔آپ چونکہ قبل ازیں بیت المقدس میں کلیۃ صلاح الدین الأیوبی میں تدریس کے فرائض سرانجام دے چکے تھے اور کئی سال اس سرزمین پر قیام فرما چکے تھے اس لئے آپ کے دوستوں، شاگردوں اور واقف کاروں کا حلقہ بیت المقدس اور شام میں وسیع تھا جن سے آپ نے مولانا جلال الدین صاحب شمس کا تعارف کروادیا۔ان میں سے ایک بزرگ شخصیت جناب منیر الحصنی صاحب کی تھی۔آپ خود لکھتے ہیں کہ:

''میری خوش قسمتی تھی کہ میرا تعارف حضرت ولی اللہ شاہ صاحب کے ذریعہ حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس سے ہوگیا۔چنانچہ مَیں اکثر اوقات ان کے پاس آتا جاتا رہتا تھا اور کئی ان امور دینیہ میں آپ کے ساتھ بات کرتا جن کا حل وہاں کے مولویوں کے پاس نہ تھا۔اور نتیجہ یہ ہوا تھا کہ ایسے امور نے نئی نسل کو فتنہ میں ڈال دیا تھا۔چنانچہ ان کے دلوں میں دین کے بارہ میں شکوک اور شبہات پیدا ہوگئے تھے۔لیکن مَیں ہر دفعہ مولانا شمس صاحب سے نہایت تسلی بخش جواب پاتا تھا اور ہر اعتراض کا کافی وشافی ردّ ملتا تھا۔مَیں اکثر آپ کی دین کے دفاع میں گفتگو کے دوران محسوس کرتا تھا کہ جیسے قرآن کریم دوبارہ اس زمین پر نازل ہوا ہے''۔ (البشری مارچ 1936ء)

گو کہ مکرم منیر الحصنی صاحب حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحب سے شروع میں ہی متعارف ہوکر ان کے گہرے دوست بن گئے تھے اور بڑی کثرت سے آپ کے پاس آتے جاتے تھے۔آپ کی زبان سے مسیح موعود کے لائے ہوئے علم کلام کی قوت کا بھی اعتراف تھا، پھر بھی احمدیت میں داخل ہونے کے لئے مزید تسلی چاہتے تھے۔اور یہ تسلّی 1927ء میں اس وقت ہوئی جب مولانا جلال الدین صاحب شمس نے دمشق میں ایک تحریری مناظرہ ڈنمارک کے ایک مشہور پادری الفریڈ نلسن سے کیا جو بیس سال سے شام کے علاقہ میں عیسائیت کا کام کر رہے تھے اور شام کے عیسائی مشنوں کے انچارج تھے۔موضوع مناظرہ یہ تھا کہ کیا حضرت مسیح ناصری فی الواقعہ صلیب پر فوت ہوئے؟ اس مناظرہ میں حضرت مولانا شمس صاحب کے دلائل سن کر مکرم منیر الحصنی صاحب احمدیت میں شامل ہوگئے۔چنانچہ آپ خود لکھتے ہیں:

''میرے قبول احمدیت کا سب سے بڑا سبب یہی مناظرہ تھا۔کیونکہ مَیں نے دیکھا کہ احمدی (مربی) کے دلائل و براہین لاجواب تھے۔مسیحی مناظر سے ان کا کوئی جواب نہ بن پڑا اور عزت وغلبۂ (دین) نصف النہار کی طرح ظاہر ہوگیا۔عیسائی پادری اور مولانا شمس صاحب میں مناظرہ سے پہلے یہ معاہدہ ہوا تھا کہ اختتام مناظرہ پر پوری روئداد مناظرہ فریقین کے خرچ پر طبع کرائی جائے گی۔لیکن جب مناظرہ ہو چکا تو وہ اپنے عہد سے پھر گیا۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ قبولِ حق کے لئے کھول دیا اور مجھے مسیح موعود کی جماعت میں داخل ہونے کا شرف حاصل ہوا''۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 525)

مکرم منیر الحصنی صاحب کا ذکر خیر ہو رہا ہے تو اس سیاق میں ان کا ایک بہت ہی اچھوتا واقعہ ہدیہ قارئین کرنا ازدیادِ ایمان کا باعث ہوگا۔

ایک دفعہ مکرم منیر الحصنی صاحب کے چھوٹے بھائی کو جب ایک عیسائی زرگر کی خیانت کا علم ہوا تو وہ اس کی دکان پر جا کر اس سے جھگڑنے لگے۔اتنے میں زرگر کے بھائی نے پیچھے سے آکر انہیں گردن پر مُکّا مارا اور بھاگ گیا۔مکرم منیر الحصنی صاحب کے بھائی نے پولیس میں رپورٹ درج کرا دی۔اب اس مسیحی کے رشتہ دار مکرم منیر الحصنی صاحب کے ایک اور بھائی کے پاس گئے تا وہ اپنے چھوٹے بھائی کو سمجھائیں اور معاملہ رفع دفع ہوجائے۔لیکن انہوں نے ان عیسائیوں کو اور بھی ڈرایا دھمکایا۔آخر وہ مکرم منیر الحصنی صاحب کے پاس آئے۔آپ نے کہا کہ یا تو اسی دکان پر مُکّا مارنے والے کو سب کے سامنے مُکّا مار کر بدلہ لیا جائے یا حکومتی فیصلہ کا انتظار کیا جائے۔انہوں نے کہا کہ آپ جو فیصلہ کریں گے ہمیں قبول ہے۔آپ نے دونوں طرف سے اقرار لے لیا۔ پھر زرگروں کے بازار میں گئے۔وہاں ایک دکان پر کھڑے ہوکر سب کو خاموش کرایا۔پھر تقریباً آدھ گھنٹہ تک لیکچر دیا جس میں بتایا کہ دیکھو خدا تعالیٰ نے اپنی دی ہوئی نعمتوں میں سب انسانوں کو مساوی قرار دیا ہے۔سورج جیسے مسلم کو روشنی پہنچاتا ہے ویسے ہی مسیحی کو اور جیسے ایک مسلم اپنے ناک کے ذریعہ نہایت آزادی سے ہوا سونگھتا ہے ویسے ہی ایک مسیحی۔ پس کیا خدا تعالیٰ کا یکساں معاملہ ہمیں یہ نہیں سکھاتا کہ ہم بھی ہر ایک انسان کو انسان سمجھ کر اس سے انسانیت کا معاملہ کریں؟ اور ایک دوسرے کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھیں۔مگر اصل بات یہ ہے کہ نہ تو عام طور پر مسلمان اپنے نبی ﷺ کے اقوال پر عمل کرتے ہیں نہ مسیحی حضرت مسیح علیہ السلام کے ارشادات بجالاتے ہیں۔ مثلاً مسیحؑ نے کہا ہے کہ اگر کوئی تیرے داہنے گال پر طمانچہ مارے تو دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے۔مگر کون مسیحی اس پر عمل کرتا ہے؟ یا اس کا صحیح مطلب سمجھنے کی کوشش کرتا ہے؟ مگر مَیں ایک ...... ہوکر اس کے معانی سمجھتا ہوں۔...... بات یہ ہے کہ جو شخص امن اور سلامتی کی راہ چھوڑتا ہے وہ انسانیت کے درجہ سے گر کر وحشی جانوروں کی سیرت اختیار کرتا ہے۔پس ایسے شخص کی تربیت اور اصلاح کے لئے بعض وقت سزا دینا ضروری ہوتا ہے۔لیکن چونکہ میں مکاّ مارنے والے بھائی کے متعلق یقین رکھتا ہوں کہ وہ سعید الفطرت ہے اور وہ بدلہ دینے کے لئے بھی تیار ہے اس لئے اس کو معاف کرتا ہوں اور حضرت مسیح علیہ السلام کے مذکورہ بالا قول کی تفسیر عملی طور پر دیتا ہوں۔دیکھو جس نے میرے بھائی کو مارا مَیں اس کے سامنے اپنا گال پیش کرتا ہوں، اگر چاہے تو اس پر بھی تھپڑ مارلے۔اس پر انہوں نے ضارب کے قریب اپنا گال کیا تو اس نے اس پر تھپڑ مارنے کی بجائے بوسہ دے دیا۔یہ ایک ایسا منظر تھا کہ تمام حاضرین کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔

(الفضل یکم اکتوبر 1929ء صفحہ 1-2 بحوالہ خالد احمدیت حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس کے حالات زندگی جلد اوّل صفحہ 240-242)

مولانا شمس صاحب پر قاتلانہ حملہ

حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحب نے عیسائیت کے خلاف کامیاب جہاد کرنے کے علاوہ علماء ومشائخ کا بھی مقابلہ کیا۔وہاں کے علماء کا طبقہ ملک میں احمدیت کے پاؤں جمتے دیکھ کر سخت برافروختہ ہوگیا۔چنانچہ انہوں نے آپ کے دلائل و براہین کا بھی وہی جواب دیا جو ہمیشہ حق کے مخالفین دیا کرتے ہیں۔ یعنی دسمبر 1927ء میں آپ پر خنجر سے قاتلانہ حملہ کرایا گیا۔

حضرت مولانا شمس صاحب خود اس واقعہ کی تفصیل بیان کرتے ہیں کہ:

''تفصیل حادثہ یہ ہے کہ پہلے تو مجھے مدت سے خطوط میں قتل کی دھمکیاں دی جاتی تھیں۔ چنانچہ ٹریکٹ الجہاد الاِسلامی (جس میں مَیں نے ثابت کیا تھا کہ اس وقت دین کے لئے قتال جائز نہیں بلکہ یہ زمانہ (دعوت الی اللہ) کا زمانہ ہے) کے بعد مشائخ کی طرف سے یہ خط آیا کہ چونکہ تم جہاد دینی اور دین کے لئے قتال کو حرام قرار دیتے ہو اس لئے ہم پر تمہارا خون گرانا واجب ہے۔پھر دو ماہ سے جب مَیں نے ان کے چیلنج مباحثہ کا جواب دیتے ہوئے شرائط مناظرہ شائع کیں اور لکھا کہ مناظرہ تحریری ہونا چاہئے اور فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِیْ کے موت کے سوا آسمان پر اٹھالینے کے معنی ثابت کرنے پر تین ہزار قرش انعام مقرر کر دیا، اور علاوہ ازیں پانچ چھ اشخاص بھی سلسلہ میں داخل ہوگئے تو پھر انہوں نے منبروں پر مساجد میں لوگوں کو اکسانا شروع کیا اور کہا کہ تم اس ہندی سے ملو، نہ اس کی کتابیں پڑھو۔اور مزید برآں انہوں نے مخفی کمیٹیاں بھی کیں جن میں قتل وغیرہ کے مشورے کرتے رہے۔ ...... جب سے یہاں جنگ شروع ہوئی ہے ایسے کئی واقعات ہو چکے ہیں۔اس لئے ان کو دیکھتے ہوئے مَیں مستبعد نہیں سمجھتا تھا کہ میرے ساتھ بھی ایسا ہو مگر صدق اور حق کی قوت تھی جو میرے دل کو کبھی خوفزدہ نہ ہونے دیتی تھی اور جب کبھی ایسا خیال آتا تو حضرت مسیح موعود کا یہ شعر زبان پر آجاتا تھا:

وَلَسْتُ أَخَافُ مِنْ مَوتِی وَقَتْلِی
إِذَا مَا کَانَ مَوْتِی فِی الْجِهَادِ

(یعنی مَیں اپنے قتل اور موت سے ہرگز نہیں ڈرتا اگر وہ مجھے خدا کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے آئے۔ناقل)

دوسرے حضرت مسیح موعود کی کتاب تذکرۃ الشہادتین میں ایک عبارت ہے جو ہمیشہ میری آنکھوں کے سامنے رہتی ہے۔مجھے خوب یاد ہے جب مَیں نے اسے پہلی بار پڑھا تو اس نے میرے جسم میں ایک بجلی کی سی تاثیر کی تھی۔اس وقت میں سخت رویا تھا۔اور اسی وقت خدا تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ اے خدا ہمیں بھی سید عبد اللطیف صاحب شہید سا صدق واستقامت عطا فرما۔اس عبارت کے الفاظ تقریباً یہ ہیں:

اے عبد اللطیف تیرے پر خدا تعالیٰ کی ہزاروں رحمتیں ہوں کہ تو نے میری زندگی میں صدق وصفا واستقامت کا نمونہ دکھایا۔جو میرے بعد آئیں گے میں نہیں جانتا کہ وہ کیسا نمونہ دکھائیں گے۔

اس طرح میرے ایک معزز دوست نے قادیان سے لکھا کہ اگر دمشق کی بجائے جدہ میں آپ جا کر (دعوت الی اللہ) کریں تو وہاں سے سب ممالک میں (دعوت الی اللہ) کر سکیں گے۔تو مَیں نے انہیں یہی جواب دیا تھا کہ مَیں تو حکم کا بندہ ہوں جیسا حضرت صاحب ارشاد فرمائیں گے بجالاؤں گا۔لیکن اگر مجھ پر چھوڑا جائے تو مَیں اس بات کو ترجیح دوں گا کہ یا تو (دعوت الی اللہ) کرتے کرتے یہاں فوت ہو جاؤں یا اللہ تعالیٰ مجھے ایک مستقل مخلص جماعت عطا فرمائے۔

22/دسمبر 1927ء کو مغرب کی نماز پڑھ کر اپنے گھر سے نکلا تا کوئی کھانے کی چیز خریدوں۔ چونکہ دن جمعرات تھا اور اس دن رات کو سب احمدی میرے مکان پر جمع ہوتے ہیں۔ بازار دور ہونے کی وجہ سے وہاں جانا نہ چاہا۔میرے مکان کی گلی سے باہر نکلتے ہی ایک دکان ہے وہاں سے چنے خرید کر واپس اپنے گھر چلا۔مکان سے چھ سات قدم کے فاصلہ پر ایک چھوٹا سا موڑ ہے جہاں مغرب ہوتے ہی اندھیرا چھا جاتا ہے۔ جب وہاں پہنچا تو مَیں نے یہ محسوس کیا کہ مجھے کوئی پیچھے سے پکڑنا چاہتا ہے۔ جب مَیں نے اس سے بھاگنے کی کوشش کی تو اس نے زور سے خنجر میری کمر میں مارا۔اس ضرب کو مَیں نے محسوس کیا۔میرے

ہمسایہ کا دروازہ کھلا تھا اس میں جلدی سے داخل ہوگیا اور انہیں کہا: دیکھو مجھے کسی نے خنجر سے مارا ہے۔ آخروہ اترے اس وقت خون زور سے بہ رہا تھا۔ مَیں اپنے مکان کے دروازے میں بے ہوش ہوکر گر پڑا۔ پولیس پہنچ گئی اور آدھ گھنٹہ تقریباً اپنے کاغذات وغیرہ پُر کر کے مجھے ہسپتال میں لائے''۔

(الفضل 7رفروری 1928ء صفحہ 7-8 بحوالہ خالد احمدیت حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس کے حالات زندگی جلد اوّل صفحہ 183 تا 186)

شدید سردی کا موسم ہونے کی وجہ سے شمس صاحب نے ایک موٹا کوٹ پہن ہوا تھا جس کی وجہ سے خنجر کا زخم گہرا تو رہا لیکن دل تک نہ پہنچ سکا۔ آپ زمین پر گر گئے، ہمسایوں نے آکر آپ کو ہسپتال منتقل کیا۔ جب مکرم منیر الحصنی صاحب کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو آپ فوراً ہسپتال پہنچے اور بمشکل اجازت لے کر جب اس کمرے میں داخل ہوئے جس میں مولانا شمس صاحب زیر علاج تھے تو آپ کو مولانا شمس صاحب نے فرمایا: میرے کمرے میں جاؤ، اس میں فلاں جگہ پر سونے کی اشرفیاں پڑی ہوئی ہیں وہ لے جاؤ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو قادیان میں دعا کے لئے تار بھیج دو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور مکرم مصطفیٰ نویلاتی صاحب کے والد صاحب کی طرف سے امام مہدی کو بطور ہدیہ دی گئی ان اشرفیوں سے حضور کی خدمت میں دعا کی تار ارسال کی اور اللہ تعالیٰ نے مولانا شمس صاحب کو معجزانہ طور پر شفا عطا فرمائی۔

(مقالات ورود دُاحمدیۃ از نذیر مرادنی صفحہ 25-26۔ مکرم طٰہٰ قزق صاحب آف اردن کی بلاد شام میں احمدیت کے بارہ میں غیر مطبوعہ یادداشتیں)

......اور خطرہ ٹل گیا

خاکسار عرض کرتا ہے کہ دمشق میں بغرض تعلیم قیام کے دوران خاکسار نے یہ واقعہ مکرم ابو الفرج الحصنی صاحب (جو مکرم منیر الحصنی صاحب کے بھتیجے ہیں) سے تفصیلاً سنا تھا۔ آخری حصہ کے بارہ میں انہوں نے بتایا کہ مکرم منیر الحصنی صاحب کا بیان ہے کہ:۔

جس ڈاکٹر نے مکرم شمس صاحب کا علاج کیا وہ عیسائی تھا اور عیسائیوں کے ساتھ مناظروں کی وجہ سے یہ عیسائی ڈاکٹر خاص طور پر مکرم شمس صاحب کی حالت پر نظر رکھے ہوئے تھا۔ ابتدا میں حالت بہت خطرناک تھی اور ڈاکٹر نے ایک رات کہا کہ اگر آج کی رات خیر و عافیت سے گزر گئی تو پھر خطرہ ٹل جائے گا۔ منیر الحصنی صاحب کہتے ہیں کہ اگلے دن جب مَیں ہسپتال گیا تو اس عیسائی ڈاکٹر نے حیرت زدہ ہوکر کہا کہ آج کی رات معجزہ ہوا ہے۔ کیونکہ شمس صاحب کی حالت یکدم بہت بہتری کی طرف مائل ہوگئی ہے اور اب ان کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔

جب ہم سلسلہ کی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ان معجزات کے پیچھے خلیفۂ وقت اور افراد جماعت کی عاجزانہ اور متضرعانہ دعاؤں کا آسمانی حربہ کارفرما ملتا ہے۔ آیئے دیکھیں ان دنوں میں قادیان میں کیا ہوا۔

22ر دسمبر 1927 کو مولانا شمس صاحب پر قاتلانہ حملہ ہوا اور 24ر دسمبر کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت میں دو تار موصول ہوئے۔ ایک دمشق سے مولانا جلال الدین صاحب شمس پر قاتلانہ حملہ میں زخمی ہونے کے بارہ میں تھا جبکہ دوسرا سماٹرا کے مربی مولوی رحمت علی صاحب کی طرف سے تھا جس میں انہوں نے مخالفین جماعت کے ساتھ مباحثہ میں کامیاب ہونے کے لئے دعا کی درخواست کی تھی۔ حضور کے ارشاد کے ماتحت اس تار کا اعلان اسی وقت بورڈ پر لگا دیا گیا جس میں مولانا جلال الدین شمس صاحب کی صحت کے لئے دعا کی تحریک کی گئی تھی۔ پھر حضور نے اعلان کرا دیا کہ احباب بارہ بجے بیت اقصیٰ میں جمع ہوں جہاں مل کر دعا کی جائے گی۔ دسمبر کے ایام ہونے کی وجہ سے ایک خاصی تعداد جلسہ میں شمولیت کی غرض سے آنے والے احمدی احباب کی بھی تھی جو سب بیت میں جمع ہوگئے۔ حضور نے تشریف لا کر مختصر سی تقریر فرمائی۔ جس میں فرمایا:

''آج دو تاریں دو مختلف علاقوں کے (مربیان) کی طرف سے آئی ہیں۔ چونکہ یہ ایک رنگ میں قومی اہمیت رکھتی ہیں اس لئے مَیں نے دوستوں کو اس جگہ جمع کیا ہے تا کہ انہیں سنائی جائیں اور احباب مل کر دعا کریں۔''

اس کے بعد حضور نے دمشق کے بعض حالات بیان فرمائے۔ اس کے بعد فرمایا:۔

''غرض مولوی جلال الدین صاحب کی پچھلی رپورٹوں سے معلوم ہو رہا تھا کہ مولویوں کی طرف سے ان پر قاتلانہ حملہ کی تجویز ہو رہی ہے۔...... ان دونوں باتوں کے لئے احباب دعا کریں۔ ایک یہ کہ خدا تعالیٰ مولوی جلال الدین صاحب کو شفا دے اور آئندہ محفوظ رکھے۔ دوسرے مولوی رحمت علی صاحب سے جو مباحثہ ہونے والا ہے اس میں خدا غلبہ عطا کرے''۔

اس کے بعد حضور بیت کی محراب میں قبلہ رُو ہو کر بیٹھ گئے اور تمام مجمع قبلہ رُو ہو گیا اور دعا کی گئی جو پندرہ منٹ تک جاری رہی۔

(ماخوذ از الفضل 3رجنوری 1928ء صفحہ 5-6 بحوالہ خالد احمدیت حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس کے حالات زندگی جلد اوّل صفحہ 177-178)

چنانچہ مولانا شمس صاحب کی یہ معجزانہ شفاء ضرورت امام جماعت احمدیہ اور افراد جماعت کی دعاؤں کا نتیجہ تھی۔

عربی اخبارات میں واقعہ کا ذکر

مولانا شمس صاحب پر قاتلانہ حملہ کی خبریں عربی اخبارات میں شائع ہوئیں اور انہوں نے اس واقعہ کی مذمت کی اور آرٹیکل چھاپے۔ چند ایک کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

۞......اخبار الف باء نے حادثہ کے دوسرے دن ''المبشر الاسلامی'' کے عنوان کے تحت لکھا:

پولیس کی طرف سے ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ السید جلال الدین شمس ابن امام الدین احمدی جبکہ مغرب کے بعد اپنے گھر جا رہے تھے تو بعض اشخاص نے انہیں خنجر سے خطرناک طور پر زخمی کر دیا۔ دو شخصوں کو اس جرم میں پکڑا گیا ہے اور تحقیق کرنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ اشخاص بعض علماء کی طرف سے اس کام کے لئے بھیجے گئے تھے۔

۞......اس خبر کو بیروت کے اخبارات البلاغ اور المشرق نے بھی نقل کیا ہے۔

۞......اخبار الصفاء کے دمشقی مراسل نے یہ لکھا ہے کہ:

یہی بات ارجح معلوم ہوتی ہے کہ وہ مشائخ کی طرف سے خصوصاً شیخ ہاشم الخطیب کی طرف سے بھیجے گئے تھے۔

۞......اخبار الرأی العام نے لکھا:

ہم اپنی رائے اس بارہ میں محفوظ رکھتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس وقت تک جو کچھ معلوم ہوا اور لوگوں کی زبانوں پر جاری ہے وہ یہی ہے کہ یہ اشخاص شیخ ہاشم الخطیب اور شیخ علی الدقر کی طرف سے بھیجے گئے تھے۔ اگر یہ بات صحیح ہو تو انہیں سخت سزا دینی چاہئے۔

۞...... اخبار المقتبس نے مندرجہ ذیل چار عنوان دیئے:

حریۃ الفکر والعقیدۃ (آزادیٔ فکر وعقیدہ)

۞...... تعالیٰ اللہ عما یعملون (اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے جو کسب وہ کرتے ہیں)

۞...... الإسلام دین تسامح وھدایۃ (اسلام رواداری اور رشد و ہدایت کا مذہب ہے)

۞...... الاعتداء السافل علی المبشر الأحمدی (احمدی مربی پر بزدلانہ حملہ)

ان عنوانات کے ماتحت لکھا ہے:

گزشتہ ہفتہ کی خبروں میں سے ایک خبر یہ تھی کہ چند اشخاص نے شیخ جلال الدین شمس المبشر الأحمدی الھندی کو جبکہ وہ اپنے گھر میں داخل ہونے لگے تھے چھری سے چند زخم لگائے اور اسے حیات اور موت کے درمیان زخمی چھوڑ کر بھاگ گئے۔

۞......پھر لکھا ہے:

اسلام جہلاء کے ایسے برے افعال سے پاک ہے۔ وہ ایک سیدھا راستہ ہے جو بھلائی کا حکم دیتا اور بھلائی سے منع کرتا اور کسی نفس کا بدون حق کے قتل حرام قرار دیتا ہے۔

کہتے ہیں کہ اس جرم کے ارتکاب کا باعث ایک پرجوش مباحثہ تھا جو استاد مبشر اور بعض جہلاء ...... کے درمیان ہوا۔ اس وقت بعض نے ان کو دفتر میں ہی مارنے کا ارادہ کیا۔ لیکن ان کے اور ان کے بد ارادہ کے پورا ہونے کے درمیان ...... کا ایک سنجیدہ گروہ حائل ہو گیا۔ اور مجمع کسی ناخوشگوار واقعہ کے بغیر ہی منتشر ہو گیا۔ لیکن ان کے کینہ اور غصہ سے بھرے ہوئے دل استاد مبشر پر غیظ و غضب سے بھر گئے اور گردشوں کا انتظار کرنے لگے۔ رستوں کے موڑوں پر اس کو اچانک قتل کرنے کے قصد سے چھپ کر گھاتیں لگانے لگے۔ اس کی نسبت جھوٹی افواہیں اڑانے لگے۔ اسے برطانوی استعمار کی تائید کی تہمتیں لگانے لگے۔

وقوع جرم اور حدوث خیانت سے پہلے یہ حالت تھی اور لوگوں کا یہی خیال ہے کہ اسی سبب سے مجرموں نے اس بد جرم کا ارتکاب کیا ہے۔

پھر لکھا ہے:

ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ علماء اور شیوخ اس جرم کو نہایت برا خیال کرتے ہیں۔ یہ فعل جہلاء کا ہے جو انہوں نے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے کیا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اور اسلام ان کے اس فعل سے بلند اور پاک ہیں۔

(ماخوذ از الفضل 14رفروری 1928ء صفحہ 6 بحوالہ خالد احمدیت حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس کے حالات زندگی جلد اوّل صفحہ 189 تا 192)

مولانا شمس صاحب کو دمشق چھوڑنے کا حکم

مولانا شمس صاحب کچھ عرصہ زیر علاج رہ کر مؤرخہ 8ر جنوری 1928ء کو ہسپتال سے ڈسچارج ہوگئے، لیکن اس کے بعد علماء کی شورش کی وجہ سے شام کی فرانسیسی حکومت نے آپ کو دمشق میں مزید ٹھہرنے کی اجازت نہ دی۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے حکم سے آپ نے منیر الحصنی صاحب کو دمشق میں اپنا قائمقام امیر مقرر کر دیا اور 17ر مارچ 1928 کو دمشق سے نکل کر فلسطین میں آ گئے، اور حیفا میں اپنا مرکز قائم کر لیا۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 525۔ سلسلہ احمدیہ صفحہ 378-379)

حضرت مولانا شمس صاحب حیفا میں

حضرت ولی اللہ شاہ صاحب کی مساعی اور محمود عرفانی صاحب کی ذکریات کے بعد اب ہم مولانا جلال الدین شمس صاحب کے حیفا میں جانے کے بعد کے حالات کی طرف عود کرتے ہیں۔

مکرم طٰہٰ قزق صاحب صدر جماعت اردن لکھتے ہیں:۔

مولانا جلال الدین صاحب شمس جب حیفا تشریف لائے اور شارع الناصرہ پر ریلوے سٹیشن کے قریب کرائے کے گھر میں رہنے لگے۔ میرے والد میرے چچا اور ایک دوست مکرم رشدی بسطی صاحب بھی ان دنوں ریل کے محکمے میں کام کرتے تھے۔ انہی دنوں اخباروں نے لکھنا شروع کیا کہ حیفا میں ایک مربی آئے ہیں اور ایسے عقائد کی طرف بلاتے ہیں

جن کو لوگ نہیں جانتے۔

رشدی بسطی صاحب مولانا جلال الدین صاحب شمس سے ملنے گئے اور متعدد ملاقاتوں کے بعد بیعت کر لی۔

اس کے بعد میرے والد صاحب بھی ان سے ملنے گئے اور جب واپس آئے اور سوئے تو خواب میں ان کو آواز سنائی دی کہ: جلدی کرو، چنانچہ وہ اگلے دن ہی گئے اور بیعت کر لی۔

میرے والد صاحب دیسی جڑی بوٹیوں سے علاج ومعالجہ کیا کرتے تھے اور اس میں بڑے حاذق طبیب تھے۔ آپ کو مطالعہ کا بہت شوق تھا خصوصًا حضرت مسیح موعود کی کتب بڑی کثرت سے پڑھا کرتے تھے اور اکثر حضور کے عربی قصائد کے اشعار گنگناتے رہتے تھے۔

میرے والد صاحب کے بعد میرے چچا نے بیعت کی۔ وہ میرے والد صاحب کے ساتھ ہی ایک گھر میں رہتے تھے اور ایک بزرگ انسان تھے۔ انہوں نے خواب میں دیکھا تھا کہ ان کے گھر جلال الدین نامی شخص آیا ہے اور انہوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ چنانچہ جب میرے والد صاحب نے مولانا جلال الدین صاحب کو بیعت کے بعد اپنے گھر مدعو کیا تو میرے چچا نے بھی بیعت کر لی۔ ان کے بعد اہل کبابیر میں سے کافی احباب نے جماعت میں شمولیت اختیار کی۔ اس سے قبل وہ شاذلی فرقہ سے تعلق رکھتے تھے۔

میرے والد صاحب الحاج محمد القزق صاحب کے دو چچیرے بھائی تھے ان میں سے ایک نہایت مخالف بن گیا چنانچہ وہ بعض بدبختوں کو بھیج کر میرے والد صاحب پر گندے ٹماٹر اور مالٹے پھینکوایا کرتا تھا۔ جبکہ دوسرا آبادی سے دور پہاڑی علاقے میں رہتا تھا اور نہایت بہادر اور اثر ورسوخ والا آدمی تھا۔ ان دنوں وہاں پر ایک مولوی نے جوش میں آ کر یہ اعلان کیا کہ احمدی کافر ہیں اور ان کا قتل جائز ہے۔ جب اس شخص نے مولوی کی یہ بات سنی تو فورًا کہا: احمدیوں کی طرف بڑھنے والا ہاتھ ان تک پہنچنے سے قبل کاٹ دیا جائے گا۔ مَیں احمدی نہیں ہوں لیکن ابھی جا کر اپنے احمدی ہونے کا اعلان کرتا ہوں اور جس میں ہمت ہے وہ میرے سامنے آ کے دکھائے۔ چنانچہ یہ اسی وقت ہمارے گھر آئے اور ہمیں ساری کہانی سنائی۔ یہ مولوی بعد میں انگریزوں کے خلاف بغاوت میں شریک ہوا اور اسی میں مارا گیا۔

مولانا جلال الدین صاحب شمس کا حیفا میں پہلا مناظرہ شیخ کامل القصاب کے ساتھ ہوا جس میں لوگوں کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔ یہ شیخ شام سے بھاگ کر آیا تھا اور فرانسیسی قابضوں کے خلاف جدوجہد میں مصروف تھا۔ اس وقت فرانسیسیوں اور انگریزوں کے درمیان تعلقات تناؤ کا شکار تھے۔ اور فرانسیسیوں کے شام پر قبضہ کی وجہ سے کئی جنگجو بھاگ کر فلسطین آ گئے تھے۔ انہوں نے فلسطین میں ایک مدرسہ کھولا تھا جس پر اسلامی طرز عمل کی چھاپ تھی۔ مَیں بھی اسی مدرسہ میں پڑھتا تھا۔ اس میں نظم ونسق بہت اعلیٰ درجہ کا تھا اور سختی بہت ہوا کرتی تھی۔ سکول ٹائم کے بعد بھی طلباء کے کئی دستے بازاروں میں راؤنڈ پر رہتے تھے اور اگر کسی طالبعلم کو خلاف ادب اور خلاف اخلاق حرکت کرتے ہوئے دیکھتے تو اگلے دن سکول میں اس کو سب کے سامنے بلایا جاتا تھا اور بعض اوقات ڈنڈے مارے جاتے تھے۔ مدرسہ سے چھٹی کے بعد لڑکے قطار میں نکلتے تھے اور جس کا گھر آ جاتا تھا وہ قطار سے نکل کر گھر میں داخل ہو جاتا تھا۔

ایک دن ہم قطار میں جا رہے تھے کہ سامنے سے مولانا جلال الدین صاحب شمس آ گئے۔ میرے ساتھ کے لڑکے نے انکو دیکھ کر گالی دی۔ مَیں خاموش رہا۔ جب میرا گھر آیا تو مَیں گھر میں داخل ہوتے وقت اس لڑکے کو بھی گھسیٹ کر اندر لے آیا اور اسے کہا کہ مَیں تمہیں جان سے مار دوں گا۔ وہ مجھ سے معافیاں مانگنے لگ گیا۔ چنانچہ مَیں نے اسے ایک ہلکا سا طمانچہ مار کر چھوڑ دیا۔ اس لڑکے نے میری شکایت شیخ کامل القصاب کے بیٹے سے کی جو کہ نہایت کرخت اور بہت سخت آدمی تھا۔ اس نے مجھے بلایا اور جب مَیں پہنچا تو ناشتہ کر رہا تھا۔ ناشتے سے فارغ ہو کر اس نے مجھ سے پوچھا کہ اس لڑکے کو کیوں مارا تھا؟ مَیں نے کہا کہ اس نے میرے والد صاحب کے دوست کو گالی دی تھی۔ اس نے پوچھا کہ کون ہے تمہارے والد کا دوست؟ مَیں نے کہا کہ احمدی مربی مولانا جلال الدین صاحب شمس۔ اس پر اس نے میری توقع کے بالکل برعکس صرف اتنا کہا کہ ایسا دوبارہ نہیں کرنا اور جانے دیا۔

مولانا جلال الدین صاحب شمس کی دو باتیں خاص طور پر مشہور تھیں۔ ایک یہ کہ انہیں جب بھی کسی قرآنی آیت کا حوالہ مطلوب ہوتا تھا تو وہ اکثر اسی جگہ پر مل جاتا تھا جہاں سے وہ قرآن کریم کھولتے تھے یا اس کے ایک دو صفحات اِدھر یا اُدھر۔ دوسری بات یہ کہ وہ غیر معمولی حاضر جواب تھے۔ بسا اوقات لوگ یہ سمجھتے تھے کہ انہیں پوچھے جانے والے سوال کا پہلے علم تھا اس لئے تو اتنا مناسب اور جلدی جواب دے دیا ہے۔

ایک دفعہ مولانا جلال الدین صاحب شمس ہمارے گھر تشریف لائے۔ ان کے ہاتھ میں چند خطوط اور اخبار تھا۔ مَیں نے انہیں ایک کمرے میں بٹھا دیا۔ انہوں نے خط پڑھا اور وہیں تخت پر ہی لیٹ گئے اور اخبار منہ پر رکھ لیا۔ میں سمجھا کہ شاید آرام فرما رہے ہیں۔ اس لئے مَیں کمرے سے نکل گیا۔ جب کچھ دیر کے بعد میرے والد صاحب اور چچا جان تشریف لائے اور کمرے میں گئے تو دیکھ کر حیران رہ گئے کہ مولانا جلال الدین صاحب شمس رو رہے ہیں۔ پوچھنے پر بتایا کہ اس خط میں ان کے بھائی کی وفات کی خبر تھی۔

مولانا شمس صاحب کے حیفا میں مناظرے

حیفا میں مولانا شمس صاحب کے شیخ کامل قصاب کے ساتھ مناظرے کا تو ذکر ہو چکا ہے یہ مباحثہ دو دن جاری رہا اور جب شیخ مذکور نے اپنی شکست محسوس کی تو عوام کو آپ کے خلاف بھڑکایا۔ ان مخدوش حالات کے باوجود آپ برابر کوششوں میں مصروف رہے۔ چنانچہ اپریل 1928ء سے فروری 1929ء تک آپ کے آٹھ پرائیویٹ مناظرے علماء سے، دو بہائیوں اور سات عیسائیوں سے ہوئے۔ عیسائیوں کے ساتھ جو مناظرے ہوئے ان کا اثر بہت اچھا ہوا۔ اور مشائخ کے ساتھ جو مناظرے ہوئے ان میں سے پہلے مناظرہ میں مدمقابل عالم نے اپنی شکست محسوس کر لی۔ اس لئے دوسرے مناظرہ میں شرائط مناظرہ کی خلاف ورزی کی جس کا نتیجہ فوری طور پر یہ ہوا کہ جو صاحب محرک مناظرہ تھے وہ احمدی ہو گئے۔ ان کی بیعت پر مشائخ اور بھی زیادہ مخالفت پر کمربستہ ہو گئے اور تمام مساجد میں جمعہ کے دن جبکہ دیہات سے بھی سینکڑوں لوگ حیفا میں آئے ہوئے تھے سلسلہ احمدیہ اور آپ کے خلاف تقریریں کیں۔ اس کا ردعمل یہ ہوا کہ سلسلہ سے ناواقف لوگ واقف ہو گئے۔ اور جو واقف تھے وہ قریب تر ہو کر سلسلہ کے حالات کا مزید مطالعہ کرنے لگے۔

مکرم مولانا عطاء المجیب راشد صاحب

جوتی کا تسمہ اور ارشاد رسول اللہ ﷺ

کئی سال پہلے کی بات ہے۔ 9 مئی 1991ء کو بیت فضل لندن میں ایک روح پرور تقریب منعقد ہوئی۔ دراصل یہ ان احمدی بھائیوں اور بہنوں کا اجتماع تھا جنہوں نے گزشتہ سالوں میں فیضان احمدیت سے حصہ پایا تھا۔ ان نو احمدی بھائیوں کی زبانی ان کے حالات اور واقعات سن کر سامعین نے بہت لطف اٹھایا۔ احمدیت میں آنے والے ان نئے احمدی بھائیوں اور بہنوں کی تعلیم وتربیت کی غرض سے پروگرام کا ایک حصہ یہ بھی تھا کہ حاضرین یعنی نئے اور پرانے احمدی اپنی زندگیوں میں قبولیت دعا کے واقعات سنائیں۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق مذہب کی جان ہے اور سچ تو یہ ہے کہ اس تعلق کے بغیر شجر ایمان بے ثمر اور بے رونق رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا بے حد احسان ہے کہ اس کے فضل سے ہمارے تربیتی فورم کے پروگرام کا یہ حصہ خاص طور پر بہت ایمان افروز ثابت ہوا۔ اس مختصر نوٹ کا مقصد اس تقریب کی تفصیلی روداد لکھنا نہیں بلکہ ایک دلچسپ واقعہ کا ذکر کرنا ہے جس نے ایک اور مختصر لیکن ایمان افروز واقعہ کی یاد تازہ کر دی۔

قبولیت دعا کے واقعات سنانے والوں میں ہمارے ایک بزرگ محترم کیپٹن محمد حسین چیمہ صاحب بھی تھے۔ انہوں نے جو واقعات سنائے ان میں سے ایک واقعہ یہ تھا کہ ایک روز وہ پٹنی میں اپنے گھر سے لندن مشن آنے کے لئے روانہ ہوئے تو چند قدم چلنے کے بعد یہ احساس ہوا کہ ان کے ایک بوٹ میں تسمہ نہیں ہے۔ اس وجہ سے وہ بوٹ ڈھیلا محسوس ہو رہا تھا اور چلنے میں بھی دقت ہو رہی تھی۔ تسمے کی ضرورت کا خیال آتے ہی فورًا ان کا ذہن اس حدیث کی طرف گیا جس میں ہمارے پیارے آقا حضرت رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے:

چاہئے کہ تم میں سے ہر کوئی اپنی سب ضروریات کے لئے اللہ تعالیٰ ہی سے سوال کیا کرے حتیٰ کہ جوتی کا تسمہ ٹوٹ جائے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی سے مانگے۔

(سنن الترمذی۔ کتاب الدعوات)

مکرم چیمہ صاحب نے بیان کیا کہ اس حدیث کا خیال آتے ہی ذہن فورًا دعا کی طرف مائل ہو گیا اور وہ زیر لب دعا کرتے ہوئے لندن مشن کی طرف قدم بڑھانے لگے۔ ابھی چند قدم ہی گ آگے گئے تھے کہ دیکھا کہ سڑک کے کنارے ایک تسمہ گرا پڑا ہے اور وہ تھا بھی عین اسی رنگ اور طرز کا جس طرح کا دوسرا تسمہ ان کے بوٹ میں تھا۔ اس قدر جلد دعا کی قبولیت اور سرور کائنات ﷺ کے ارشاد مبارک کو لفظاً لفظاً پورا ہوتے دیکھ کر دل اللہ تعالیٰ کی حمد سے لبریز ہو گیا۔ یہ واقعہ جملہ حاضرین کے لئے ازدیاد ایمان کا موجب ہوا۔ ایک اور واقعہ مکرم چیمہ صاحب نے سنا کر مجھے ایک اور دلچسپ واقعہ کی یاد کروا دی۔ ڈیڑھ یا دو سال پہلے کی بات ہے۔ میں ایک جماعتی دورہ پر غالبًا لیڈز جماعت کے اجلاس میں شمولیت کے بعد بریڈفورڈ جا رہا تھا اور SELBY انگریز احمدی مربی مکرم طاہر سیلبی کے ساتھ ہمارے ہم سفر تھے میں مشن کی دوسری کار میں دیگر رفقاء کے ساتھ تھا۔ موٹروے پر تیزی سے سفر کر رہے تھے۔ بارش خوب تیز برس رہی تھی۔ اچانک سیلبی صاحب نے اپنی کار سڑک کے کنارے کھڑی کر لی۔ میں نے بھی کار روک لی اور پوچھا کہ کیا بات ہے؟ پتہ لگا کہ ان کی کار کے انجن کے اوپر کا ڈھکن کسی خرابی کی وجہ سے ڈھیلا ہو گیا اور (Bonnet) بونٹ بار بار ہوا کے زور سے اوپر اٹھنے لگتا۔ ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں کار چلانا خطرے سے خالی نہیں تھا۔ سیلبی صاحب خود ہی اس خرابی کو دور کرنے میں لگ گئے اور تھوڑی دیر میں یہ مژدہ سنایا کہ خرابی ٹھیک ہو گئی ہے۔ سب دوبارہ روانہ ہو گئے لیکن تھوڑی دیر بعد پھر رکنا پڑا۔ اب پتہ چلا کہ جو وقتیعلاج انہوں نے کیا تھا وہ پائیدار ثابت نہیں ہوا اور خرابی اسی طرح قائم ہے۔ کہنے لگے کہ بونٹ کو اوپر اٹھنے سے روکنے کے لئے رسی سے باندھنے کی ضرورت ہے۔ اب موٹروے کے کنارے، تیز برستی بارش میں، رسی کیسے تلاش کی جائے؟ عجیب مشکل آن پڑی تھی جس کا کوئی جلدی میں حل نظر نہیں آتا تھا۔ مکرم سیلبی صاحب نے بھی اور میں نے بھی اپنی کاروں میں ادھر ادھر رسی کی بہت

باقی صفحہ 6 پر

ایوان خدمت

مرکزی دفتر مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی

اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیا بھر کے بہت سے ممالک میں جماعت احمدیہ کے مرکزی دفاتر میں مجلس خدام الاحمدیہ کا بھی دفتر الگ سے قائم ہے جیسے مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کا مرکزی دفتر ''ایوان محمود'' کے نام سے اور مجلس خدام الاحمدیہ بھارت کا دفتر ''ایوان خدمت'' کے نام سے قائم ہے۔ حضرت مسیح موعود کو 1882ء میں الہام ہوا۔ وسع مکانک یعنی اپنے مکان کو وسیع کرلے۔ اللہ تعالیٰ کا جماعت احمدیہ کے ساتھ ہمیشہ سے یہی سلوک رہا ہے کہ جو جگہ بھی خریدی وہ چند سالوں کے بعد چھوٹی پڑ جاتی ہے۔ کچھ ایسی ہی تاریخ مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی کے مرکزی دفتر ''ایوان خدمت'' کی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے جب تمام ممالک میں قائم ذیلی تنظیموں میں صدارت کے نظام کا اجراء کیا تو اس کے بعد ہر ملک میں ذیلی تنظیموں نے بہت زیادہ ترقی کی۔ مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی 1990ء کی دہائی کے آغاز میں فرینکفرٹ کے علاقہ بونامیس میں واقع دو کمروں پر مشتمل دفتر میں کام کیا کرتی تھی۔ جب تنظیم کے تمام عہدیداران آتے تو ان کے ساتھ میٹنگ کے لئے جگہ نہیں ملتی تھی۔ جلد ہی مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی کے لئے یہ جگہ بہت چھوٹی پڑ گئی تھی۔ اس وجہ سے بھی یہ سوچ پروان چڑھی کہ کوئی ایسی جگہ ہونی چاہئے جہاں مجلس اپنے تمام شعبہ جات کو صحیح طریق پر چلا سکے۔ ایوان خدمت تحریک کے روح رواں مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی کے نائب صدر و معتمد مبارک عارف صاحب تھے۔ وہ ہمیشہ مجلس خدام الاحمدیہ کے مراکز جس طرح پاکستان میں ایوان محمود اور قادیان میں ایوان خدمت کے نام سے ہیں۔ اس طرح وہ جرمنی کے لئے ہمیشہ ایوان خدام الاحمدیہ کا ذکر کیا کرتے تھے۔

جب 1991ء میں مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی کے سالانہ اجتماع پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع جرمنی تشریف لائے تو اس وقت مجلس عاملہ کے ساتھ میٹنگ کی درخواست کی گئی۔ یہ مجلس عاملہ کے ساتھ آپ کی پہلی میٹنگ تھی جو بیت نور میں ہوئی تھی۔ اس سے قبل کوئی میٹنگ اس طرح کی نہیں ہوئی تھی۔ اس میں گول دائرے میں کرسیاں لگائی گئی تھیں اور حضور اقدس درمیان میں تشریف فرما تھے۔ حضور کے ایک طرف امیر صاحب جرمنی اور دوسری طرف صدر صاحب مجلس بیٹھے تھے۔ اس وقت آپ کی خدمت اقدس میں خدام الاحمدیہ کے مرکز کی بات رکھی گئی۔ حضور نے فرمایا کہ اس کا نام ایوان خدام الاحمدیہ نہیں بلکہ ایوان خدمت ہونا چاہئے۔ اس طرح آپ نے خدام الاحمدیہ کے اس مرکز کا نام ایوان خدمت عطا فرمایا۔ حضور اقدس کی خدمت میں تین یا غالباً چار پلان کاغذی شکل میں پیش کئے گئے۔ حضور نے پلان دیکھے اور ساتھ ساتھ فرماتے جاتے کہ یہ بھی نہیں، یہ بھی نہیں۔ ہاں یہ ٹھیک ہے۔ اسی طرح حضور نے محترم امیر صاحب سے چند ضروری امور دریافت کئے اور مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی کو ایوان خدمت کی اجازت مرحمت فرمائی۔ تو وہ پلان جو حضور نے چنا، وہ یہ تھا کہ مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی ایوان خدمت کی تعمیر کے لئے جرمنی کے خدام سے فنڈ اکٹھا کرے گی۔ اس کے لئے سات لاکھ مارک کی رقم کی منظوری ملی۔ اسی طرح یہ کہ وہ جگہ کھلی اور وسیع ہونی چاہئے۔ جس میں نہ صرف یہ کہ Multipurpose ہال تعمیر کیا جا سکے بلکہ ساتھ میں کھیل کے میدان بھی ہوں۔ گویا کہ ایک پورا کمپلیکس ہو۔ جس میں ہم اپنا سینٹر بھی بنا سکیں، کھیل بھی سکیں اور اگر ممکن ہو تو اجتماع بھی کر سکیں۔ 1991ء کے سالانہ اجتماع کے اختتامی خطاب میں حضور انور نے اپنی طرف سے ایک ہزار مارک کا وعدہ فرما کر اس تحریک کا اعلان فرمایا۔ حضور انور سے اجازت ملنے کے بعد فنڈ اکٹھا ہونا شروع ہو گئے۔ جب Offenbach میں ایوان خدمت کی عمارت خریدنی تھی تو اس وقت اس عمارت کی قیمت سات لاکھ نوے ہزار لگائی گئی تھی۔ مجلس خدام الاحمدیہ کے پاس فنڈ ابھی پورے نہیں ہوئے تھے۔ اس وقت تک کل پانچ لاکھ مارک اکٹھے کئے جا سکے تھے۔ امیر صاحب کے مشورہ سے حضرت صاحب سے درخواست کی گئی کہ اگر حضور اجازت دیں تو ہم Central Share سے رقم لے کر یہ جگہ خرید لیں۔ حضرت صاحب نے اس کا بہت برا منایا اور فرمایا کہ مرکزی فنڈ سے مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی کو ایک پائی بھی نہیں ملے گی۔ آپ اپنے فنڈ خود پیدا کریں۔ اس بات سے جہاں ہمارے حوصلے بلند ہوئے کہ ہمیں ابھی مزید محنت کرنی چاہئے۔ وہاں حضور انور کی خدمت اقدس میں بار بار دعائیہ خطوط بھی لکھے گئے۔ یہ حضور کی دعاؤں کا ہی فیض ہے کہ ہمیں یہ عمارت صرف 5 لاکھ 90 ہزار میں ہی مل گئی۔

حضور اقدس نے اگست 1994ء کو اس عمارت کا افتتاح فرمایا۔ افتتاح سے قبل اس عمارت کے تہہ خانہ میں بیت الذکر بھی تیار کر لی گئی تھی۔ حضور نے افتتاح کے دوران یہاں نماز بھی پڑھائی۔ نماز کے بعد آپ نے فرمایا۔ کہ صدر صاحب آپ کی بیت الذکر تو آج ہی چھوٹی پڑ گئی ہے۔ اس کے بعد حضور نے سارے دفاتر کا معائنہ فرمایا۔ بعد ازاں صدر مجلس کے دفتر میں تشریف لے گئے اور وہاں ایک کرسی پر جو خاص طور پر حضرت صاحب کے لئے تیار کی گئی تھی بیس پچیس منٹ تک بیٹھے رہے۔ یہ کرسی بعد میں بھی بار ہا حضور کے زیر استعمال رہی۔ حضرت صاحب کی خدمت میں موقع کی مناسبت سے مٹھائی اور چائے پیش کی گئی۔ حضور نے مٹھائی میں سے بھی کچھ حصہ لیا اور چائے بھی پی اور یوں مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی کا مرکزی دفتر ایوان خدمت قائم ہوا۔

حضرت مسیح موعود کے الہام وسع مکانک ایک مرتبہ پھر 2001ء میں پورا ہوا۔ جب جماعت احمدیہ جرمنی نے اپنی بڑھتی ہوئی ضروریات کے تحت فرینکفرٹ میں ایک عمارت ''بیت السبوح'' خریدی جس میں تمام ذیلی تنظیموں کے دفاتر موجود ہیں۔ اس رقبہ میں ایک دوسرے سے ملحقہ دو علیحدہ عمارتیں موجود ہیں ایک بڑی عمارت جس میں 80 سے زائد دفاتر، دو سپورٹس ہال اور بیت الذکر واقع ہے۔ جبکہ دوسرے حصے میں 11 دفاتر، ایک ہال (جو کہ طاہر ہال کے نام سے موسوم ہے) اور ایک عدد رہائشی اپارٹمنٹ پر واقع عمارت ایوان خدمت کے نام سے موجود ہے۔ یہ عمارت مجلس خدام الاحمدیہ کو پرانے ایوان خدمت واقع اوفن باخ کے بدلہ میں ملی اور یوں مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی کا دفتر ''ایوان خدمت'' بیت السبوح کے ایک حصہ میں قائم ہوا۔

ہمارا ایمان ہے کہ یہ جگہ بھی آئندہ چند سالوں میں چھوٹی ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ کی وعدہ کے مطابق ہمیں اپنی جگہ ایک بار پھر وسیع کرنی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی منشاء کے مطابق ایک بڑی جگہ خریدنے کی توفیق عطا فرمائے جس میں جیسے حضور نے فرمایا تھا کہ ''وہ جگہ کھلی اور وسیع ہونی چاہئے۔ جس میں نہ صرف یہ کہ multipurpose ہال تعمیر کیا جا سکے بلکہ ساتھ میں کھیل کے میدان بھی ہوں۔ گویا کہ ایک پورا کمپلیکس ہو۔ جس میں ہم اپنا سینٹر بھی بنا سکیں۔ کھیل بھی سکیں اور اگر ممکن ہو تو اجتماع بھی کر سکیں''۔ آمین یارب العالمین

بقیہ صفحہ 5

جوتی کا تسمہ

تلاش کی لیکن کہیں نہ مل سکی۔ بارش تیز تر ہو رہی تھی۔ رات کا اندھیرا مزید پریشانی کا موجب بن رہا تھا۔ ایک چھوٹی سی رسی کے نہ ملنے کی وجہ سے ہم عجیب بے بسی کے عالم میں کھڑے دعاؤں میں مصروف تھے کہ اچانک، اللہ کے فضل سے، میری توجہ رسول مقبول ﷺ کی مذکورہ بالا حدیث کی طرف گئی۔ میں نے سلیبی صاحب کے بوٹوں کی طرف دیکھا تو وہاں تسمے دکھائی دیئے فوراً خیال آیا کہ جوتی کے تسمہ سے بھی رسی کا کام لیا جا سکتا ہے۔ سلیبی صاحب نے فوراً اپنے بوٹ کا تسمہ کھولا اور بڑی ہوشیاری سے اس سے رسی کا کام لیتے ہوئے بونٹ کو اس طرح مضبوطی سے باندھ دیا کہ تیز ہوا سے بھی اوپر نہ اٹھ سکے۔ پوری تسلی کرنے کے بعد چند منٹ میں ہم پھر سوئے منزل روانہ ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہوئے ہم سب خیریت سے بیت الحمد پہنچ گئے۔ تیز بارش میں بھیگتے وقت تو لمبی وضاحت کا موقعہ نہ تھا۔ منزل پر پہنچ کر جب میں نے مکرم سلیبی صاحب کو تسمہ کے استعمال کے پس منظر میں راہنمائی کرنے والی حدیث سے آگاہ کیا تو وہ بھی اس سے خوب محظوظ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کے شکر کے کئی دریچے ہم پر کھل گئے۔ شکر کیا کہ اللہ تعالیٰ نے خیریت سے منزل پر بروقت پہنچا دیا۔ مزید شکر کیا کہ ہادی اعظم ﷺ کی ایک مبارک حدیث ہماری راہنما ثابت ہوئی اور کس طرح اس رسول برحق ﷺ کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی ایک بات جو حقیقت میں ایک مثال کے طور پر تھی لفظاً ہماری مشکل کا حل ثابت ہوئی۔ جوتی کے ایک تسمہ نے ہماری اس وقت کی ضرورت کو جس طرح پورا کیا اس کی یاد آج بھی ایک پُر لطف نقش کے طور پر ذہن پر مرتسم ہے۔ اللہ کرے کہ ہم سب کی زندگیاں ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے پاک کلام اور اس کے پیارے حبیب ﷺ کے زندگی بخش ارشادات کے سایہ میں بسر ہوں اور قدم قدم پر ہمیں اس کے شکر کا حق ادا کرنے کی توفیق ملتی رہے۔ آمین

ریوڑیاں اور کونین

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں۔

ایک دفعہ میں ایک جگہ گیا اس وقت میں چھوٹا بچہ تھا اور مدرسہ میں پڑھتا تھا۔ وہاں میں نے بورڈنگ میں دیکھا کہ ایک لڑکا ریوڑیاں کھا رہا تھا اور ایسی طرز پر کھا رہا تھا کہ اس کی حالت قابل ہنسی تھی۔ یعنی ریوڑیوں کو اس نے چھپایا ہوا تھا جیسے ڈرتا ہے کہ کوئی نہ دیکھ لے۔ مجھے ہنسی آ گئی اور میں نے پوچھا یہ کیا کرتے ہو؟ کہنے لگا سنا ہے حضرت مسیح موعود کو ریوڑیاں پسند ہیں اس سنت کو پورا کرتا ہوں۔ میں نے کہا آپ تو کونین بھی کھاتے ہیں وہ بھی کھاؤ۔

(تقدیر الٰہی انوار العلوم جلد چہارم صفحہ 477)

مکرم پروفیسر ڈاکٹر پرویز پروازی صاحب

لاہور کے بعض جاں نثاروں کا ذکر خیر

28 مئی 2010ء کو لاہور میں جماعت احمدیہ کی سجدہ گاہوں پر دہشت گردوں کے ظالمانہ حملہ کا جو سانحہ ہوا وہ کوئی معمولی سانحہ نہیں تھا۔ لاہور میں میری کتابوں کے پبلشر نیا زمانہ پبلیکیشنز کی جانب سے ای میل پر ایک مختصر سا تعزیتی پیغام موصول ہوا کہ اپنے بہنوئی محترم محمد اسلم بھروانہ کی قربانی پر دلی تعزیت قبول کیجئے۔ میں نے فوراً انہیں جواب دیا کہ لاہور کے حادثہ میں میرا ایک عزیز قربان نہیں ہوا۔ ہر قربان ہونے والا میرا عزیز تھا کہ ہم سب ایک امام کی بیعت میں تھے اور بیعت کا رشتہ سب رشتوں سے زیادہ مستحکم اور معتصم ہوتا ہے اسی لئے قرآن پاک کے ارشاد کے مطابق ہم سب اللہ کی رسی کے ساتھ بندھے ہوئے ہیں۔ اب ان جاں نثاروں کے ذکر خیر کی نیت سے بیٹھا ہوں تو عزیزی محمد اسلم بھروانہ سے زیادہ وہ لوگ یاد آ رہے ہیں۔ جن سے اس عزیز سے تعلق قائم ہونے سے قبل تعلق تھا۔

ربوہ میں ہم لوگ 1949ء کے اواخر میں آئے۔ کچی اینٹوں سے بنی ہوئی ہماری گلی کے چوتھے مکان میں ایک جوان رعنا رہتے تھے۔ ان کے مکان کے باہر تختی پر لکھا تھا چوہدری اعجاز نصراللہ خاں بی اے معاون ناظر امور عامہ۔ ہم لوگ تو اطفال الاحمدیہ میں تھے اور ہمارا دن چنیوٹ سکول میں آنے جانے کی تگ و دو میں گزر جاتا تھا اس لئے ان کو بیت الذکر میں یا سلسلہ کی دیگر تقاریب میں ہی دیکھنا نصیب ہوتا تھا۔ خوبصورت وجیہ وشکیل آدمی تھے۔ یہ تو معلوم تھا کہ وہ ہمارے ابا کے گہرے دوست چوہدری اسداللہ خاں صاحب بار ایٹ لاء کے صاحبزادے ہیں اور اپنے ابا کی طرح زندہ دل اور خوش مذاق آدمی ہیں۔ پھر چوہدری اعجاز نصراللہ خاں اعلیٰ تعلیم کے لئے انگلستان چلے گئے۔ یہ بات ہمیں ہمارے اباجی نے سنائی کہ چوہدری اعجاز نصراللہ خاں اعلیٰ تعلیم کے لئے انگلستان چلے گئے تو چوہدری اسداللہ خاں صاحب کو بڑا صدمہ ہوا کیونکہ انہوں نے اپنی دانست میں اپنے اکلوتے بیٹے کو سلسلہ کی خدمت کے لئے وقف کر دیا تھا۔ اعجاز نصراللہ خاں ربوہ سے چلے گئے تو چوہدری اسداللہ خاں صاحب دھاروں روتے بلکتے ہوئے حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چھوٹتے ہی کہا حضور میرا ایک ہی بیٹا تھا وہ مر گیا۔ حضور چونک گئے اور بیتابی سے پوچھا ''ہیں اعجاز کو کیا ہوا؟'' چوہدری صاحب نے سسکیاں بھرتے ہوئے کہا حضور میں نے تو اسے وقف کیا تھا وہ وقف چھوڑ کر انگلستان جا مرا ہے۔ حضور مسکرائے اور فرمایا کون کہتا ہے اس نے وقف چھوڑ دیا ہے؟ وہ تو میری اجازت سے اعلیٰ تعلیم کے لئے گیا ہے۔ یہ سن کر چوہدری اسداللہ خاں صاحب کی جان میں جان آئی ورنہ وہ تو رو رو کر بے حال ہو رہے تھے۔ چوہدری اعجاز نصراللہ خاں بیرسٹر بننے کے بعد واپس ربوہ نہیں آئے مگر جہاں بھی رہے سلسلہ کی خدمت میں مصروف رہے ریٹائر ہونے کے بعد لاہور میں نائب امیر کے فرائض سرانجام دیتے رہے اور اب اللہ تعالیٰ نے ان کی جان کی قربانی بھی قبول فرمالی۔

اتفاق سے صد سالہ جوبلی کے جلسہ سالانہ لندن پر ان سے ملاقات ہوگئی۔ میں اور عزیزی نسیم مہدی ان کے ساتھ اتفاق سے کھانے کی ایک ہی میز پر اکٹھے ہوگئے۔ میں نے پوچھا چوہدری صاحب آپ مجھے پہچانتے ہیں؟ فرمانے لگے نسیم مہدی کو کون نہیں جانتا مگر تمہارے اندر کا وہ پتلا دبلا لڑکا مجھے اب بھی یاد ہے جو ہماری گلی میں رہتا تھا اور مولوی مصلح الدین راجیکی صاحب کے پکھوے سے لگا رہتا تھا۔ اب جماعت احمدیہ کی خلافت کی صد سالہ جوبلی کے مشاعرہ کی صدارت کرتے ہوئے تمہیں دیکھا ہے تو مجھے تمہارے ابا بہت یاد آئے۔ اب بتاؤ میں تمہیں جانتا ہوں کہ نہیں؟ چوہدری صاحب کی باتوں میں وہی خوش ذوقی تھی۔ چہرے پر بھی وہی وجاہت۔ ان کے ساتھ ان کے صاحبزادے تھے ان سے یہ کہہ کر تعارف کروایا کہ بیٹا یہ سلسلہ کے ایک نہایت مخلص خادم کے بیٹے ہیں۔ چوہدری صاحب کی شہادت کی خبر سنی تو مجھے ربوہ کی کچی گلی میں رہنے والے پڑوسی چوہدری صاحب یاد آئے وہی خاکساری، فروتنی اور عاجزی اور سلسلہ کی خدمت کرنے اور خدمت کرنے والوں کی قدر و قیمت پہچاننے والے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کی قربانی کو قبول فرمائے۔ آمین

پھر ہمارے ساتھ سکول میں ایک کلاس فیلو ہوتے تھے شیخ نصیرالدین احمد۔ ان کے ابا کا اسم گرامی شیخ تاج الدین تھا لاہور کے رہنے والے تھے اور غالباً ڈاک خانہ میں پوسٹ ماسٹر تھے۔ نصیر بعد کو سی ایس ایس میں چنے گئے اور پوسٹ ماسٹر جنرل کے عہدے تک پہنچے مگر دست اجل نے انہیں جلد ہی اچک لیا۔ اپنی سروس کے دوران وہ بین الاقوامی اداروں کے ساتھ وابستہ رہے لاہور میں تھے تو ان سے کبھی کبھار ملاقات ہو جاتی تھی بلکہ کالج کے زمانہ میں ایک عرصہ تک جب بھی لاہور جانا ہوتا میں انہیں کے گھر ٹھہرتا تھا۔ لاہور کی شاہی مسجد کے پڑوس میں ان کا خاصہ کشادہ مکان تھا اس لئے ان کے گھر تک پہنچنا بہت آسان تھا۔ بس سے اترے اور خراماں خراماں ان کے گھر پہنچ گئے۔ شیخ تاج الدین اللہ ان کے درجات بلند کرے بہت مہمان نواز آدمی تھے۔ ہمیں اپنے بچوں جیسا پیار دیتے تھے۔ یہ بات ہمیں کبھی نہیں بھولتی کہ ہمارا لاہور جانا اکثر جمعرات کی شام کو ہوتا۔ صبح صبح شیخ صاحب ہم کو ناشتہ خود پہنچاتے اور نصیر سے اور ہمیں کہتے بیٹا جمعہ کی نماز دہلی دروازہ میں اتنے بجے ہوتی ہے میں تو سائیکل پر جاؤں گا تم لوگ بس لے لینا۔ جمعہ کی نماز پر خاص طور پر ہمیں ڈھونڈ کر ملتے غالباً اس بات کا یقین کرنے کے لئے کہ ہم نے اپنی لاپرواہی سے جمعہ کی نماز ضائع تو نہیں کر دی؟ یہ نصیر اور ان کے ابا کا ذکر اس لئے کر رہا ہوں کہ نصیر کے چھوٹے بھائی شیخ منیر احمد تھے۔ منیر جوڈیشل سروس میں چنے گئے اور سیشن جج کسٹم جج اور آخر میں نیب میں جج رہے۔ ہائی کورٹ کے جج نہ بنائے گئے مگر ہائی کورٹ کے ججوں سے زیادہ شہرت، عزت اور نیک نامی پائی۔ نیک باپ کے نیک بیٹے تھے اور ہمارے ساتھ بڑے بھائیوں جیسا سلوک رکھتے تھے۔ جب بھی ملنا ہوتا یہی کہتے کہ آپ تو میرے بڑے بھائی جیسے ہیں۔ الحمدللہ کہ میں نے کبھی ان سے سفارش نہیں کی ورنہ مجھے یقین ہے کہ اتنا گہرا اور احترام کا سلوک رکھنے کے باوجود ناجائز سفارش نہ مانتے۔ پاکستان کی جوڈیشل سروس میں نیک نامی صرف احمدیوں کے لئے ہی رہ گئی ہے۔ یہ تو میں نے بہت لوگوں سے سنا ہے کہ فلاں جج بڑا دیانتدار ہے مگر ایک ہی برائی (یا اچھائی) ہے کہ احمدی ہے کسی کی سفارش نہیں مانتا۔

منیر نے اپنے ابا سے مہمان نوازی اور اپنے وسائل کے اندر رہ کر گزارا کرنا سیکھا تھا۔ ان کے ذکر خیر کے سلسلہ میں ایک مضمون میں غالباً ان کی ہمشیرہ یا بھابھی نے لکھا تھا کہ جج صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میں تو ایک معمولی پوسٹ ماسٹر کا بیٹا ہوں مگر میری اولاد سیشن جج کی اولاد ہے اس لئے انہیں اپنے وسائل کے اندر رکھنا بڑا ضروری ہے۔ ویسے بھی تینوں بھائیوں (تیسرے کا گھر کا نام لالی تھا اصل نام کا مجھے پتہ نہیں۔ مدتوں سے نہ یہ پتہ ہے کہ کہاں ہے اور کیا کرتا ہے) میں خودنمائی کا نام و نشان نہیں۔ خودنمائی تو دور کی بات ہے نصیرالدین کی وفات کے بعد کینیڈا میں ایک دوست نے ان کا مجموعہ کلام ''شاخ نمو'' مجھے دیا کہ احمدی شاعر کا مجموعہ کلام چھپا ہے دیکھئے۔ میں حیران رہ گیا۔ نصیر سے عمر بھر کی دوستی رہی اس نے اپنے شاعر ہونے کو ہم سے بھی چھپائے رکھا۔ پھر یہ جان کر اور زیادہ حیرت ہوئی کہ نصیر آرٹسٹ بھی تھا اس کی بنائی ہوئی تصویروں کی نمائش بھی پاکستان آرٹس کونسل میں ہوئی تھی۔ اس نمائش پر کسی کا مضمون ہماری نگاہ سے گزرا تھا۔ مگر یہ سب کچھ نصیر کی وفات کے بعد ہمیں معلوم ہوا۔ ہے کوئی ماں کا لعل اس زمانہ میں جو اپنی فنکارانہ صلاحیتوں کو اس طرح اپنوں سے بھی پردۂ اخفاء میں رکھے۔

اب اپنے شیخ منیر احمد جو منیر اے شیخ کہلانے لگے تھے جب تک ملازمت میں رہے پوری دیانتداری کے ساتھ اپنے سرکاری فرائض سرانجام دیتے رہے۔ کسی کو ایک لحظہ کے لئے یہ شکایت نہ ہونے دی کہ سرکاری ملازم ہیں اور جماعت کا کام کرتے ہیں۔ جب جماعت کا کام کرنے کا وقت آیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے خلوص کو قبول فرماتے ہوئے انہیں لاہور جیسی جماعت کا امیر مقرر فرمایا اور آخر دم تک قیادت کا فریضہ کماحقہٗ انجام دیا۔ زخمی ہونے کے باوجود اپنی جگہ سے نہیں ہٹے کیونکہ امیر کا کام جگہ چھوڑنا نہیں ہوتا۔

مجھے صرف ایک بار منیر سے ایک مشورہ لینے کو ان کے گھر پر جانا پڑا۔ کام بہت ضروری تھا میرا نام سن کر جلدی سے ننگے پیر ہی باہر آ گئے اور پوچھا خیر تو ہے آج بڑے بھائی نے ''برادر خورد'' کو کیسے یاد کر لیا ہے؟ میں گھبرایا ہوا تھا جلدی جلدی اپنا مدعا کہا۔ منیر نے کہا ایک لفظی مشورہ تو حاضر ہے اب اندر چل کر بیٹھیں گے تو تفصیلی بات عرض کروں گا اور آپ اپنے چھوٹے بھائی کے گھر سے بغیر کسی تواضع کے کیسے جا سکتے ہیں؟ میں عجلت میں تھا منیر تواضع پر مصر تھے مگر بھانپ لیا کہ میں واقعی گھبرایا ہوا ہوں تو اصرار نہیں کیا۔ کہنے لگے فون نمبر دے دیجئے شاید کبھی ضرورت پڑ جائے۔ جب تک منیر کو یقین نہیں ہو گیا کہ میری پریشانی دور ہو گئی ہے تین بار ان کا فون آیا۔ دو چار روز کے بعد دارالذکر میں ملاقات ہو گئی۔ دوڑ کر گلے لگ گئے کہنے لگے ایک بات کہوں؟ میں نے کہا ارشاد۔ کہنے لگے مجھے اس بات پر فخر ہے کہ آپ نے بڑا بھائی ہونے کے باوجود اتنے مشکل وقت میں بھی مجھے سفارش کے لئے نہیں کہا حالانکہ میں نے آپ کی بات سن کر بدظنی کی تھی کہ آپ مجھ سے سفارش کروانا چاہتے ہیں۔ مجھے معاف کر دیں کیا آپ نے کبھی کسی اور کو بھی بدظنی کرنے پر معافی مانگتے دیکھا ہے؟ یہ احمدیوں کا ہی حوصلہ ہوتا ہے۔

منیر صاحب لاہور جیسی جماعت کے امیر مقرر ہوئے تو میں نے دو تین دوستوں کے ذریعہ انہیں مبارکباد کا پیغام بھیجا۔ ایک دوست واپس آئے تو انہوں نے منیر کا جواب مجھے پہنچایا کہ اتنی بڑی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے میرے سپرد کر دی ہے مبارکبادیں کم دو دعائیں زیادہ کرو کہ اللہ تعالیٰ ذمہ داری نبھانے کی توفیق دے۔ اللہ تعالیٰ نے آخری وقت تک ذمہ داری نباہنے کی توفیق انہیں

ارزانی فرمائی۔ اب اللہ تعالیٰ ان کی قربانی بھی قبول فرمائے۔ آمین

قادیان میں ہمارے ایک سکول کے استاد تھے سید سمیع اللہ شاہ صاحب۔ نہایت صاحب ذوق اور مہربان استاد تھے۔ انگریزی پڑھاتے تھے۔ رومی ٹوپی پہنتے تھے ساتھ میں سوٹ۔ پھر خدا معلوم تقسیم کے بعد کہاں جابسے چنیوٹ میں ان سے پڑھنا یاد نہیں۔ ان کے ایک صاحبزادے سید ارشاد علی شاہ کالج میں تھرڈ ایئر فورتھ ایئر میں ہمارے کلاس فیلو تھے اردو میں ہم تین ہی طالب علم تھے۔ ارشاد علی شاہ اکرم میر اور میں بی۔اے کے بعد وہ سول سروس میں چلے گئے اور ایک بار اچانک سالوں بعد ملاقات ہوئی تو فیصل آباد میں ایمپلائمنٹ ایکسچینج کے ڈائریکٹر تھے۔ ان کا دفتر کالج جاتے ہوئے ہماری راہ میں تھا اس لئے کبھی کبھار ہم ارشاد کے پاس رک جاتے اور چائے وغیرہ پیتے گپ لگاتے۔ باپ سے خوش مذاقی کا ورثہ اس نے پایا تھا۔ ان کے بھانجے، سید سجاد حیدر صاحب کے بیٹے، سید نعیم حیدر ہمارے ساتھ شاگرد تھے کسی زمانہ میں لاہور کے ایک نیم ادبی نیم سماجی پرچہ دھنک کے ایڈیٹر ہوتے تھے پھر خدا جانے کہاں گئے؟ سننے میں نہیں آئے۔ سید ارشاد علی شاہ سے ربوہ میں جلسہ سالانہ پر ملاقات ہوتی اور بس۔ اس سے زیادہ ہمیں کبھی پتہ نہ چلا کہ شاہ صاحب کہاں ہیں اور ان کے کیا شغل ہیں۔ مگر احمدیت کا رشتہ ایسا رشتہ ہے جو چھپائے نہیں چھپتا نہ بھلائے بھولتا ہے پھر ہم تو کلاس فیلو بھی تھے۔ لاہور کے جاں نثاروں کا ذکر سن لیا مگر ارشاد کا نام ذہن میں نہ آیا۔ پھر حضرت اقدس نے ان کا ذکر خیر کیا تو پتہ چلا کہ ہمارا ''چھادو'' بھی ان جاں نثاروں میں شامل تھا۔ اللہ تعالیٰ درجات بلند کرے اور اس کی اولاد کا حافظ وناصر ہو۔ سید سمیع اللہ شاہ صاحب تو سیالکوٹ کے پرانے احمدی خاندان سے تھے غالباً چوہدری سر ظفر اللہ خاں کے گہرے دوست سید انعام اللہ شاہ صاحب سے ان کی قرابت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے سید ارشاد علی شاہ کی وجہ سے اس خاندان کو چار چاند لگا دیئے۔ آمین۔

حضرت مولوی شیر علی صاحب کے وطن ادرحمہ ضلع سرگودھا کا ایک یتیم بچہ مولانا محمد احمد جلیل کی ایک ہمشیرہ نے ربوہ بھیجا۔ وہ بچہ بہت کم عمری میں باپ کے سائے سے محروم ہوگیا تو ہماری پھوپھی نے اس کی اماں کو مشورہ دیا کہ وہ اسے ربوہ لے جائے تاکہ اس کی مناسب دیکھ بھال کا انتظام ہوجائے اور وہ بچہ ضائع نہ ہوجائے۔ ہمیں یاد ہے وہ معصوم سا بھولا بھالا بچہ مولانا جلیل صاحب کے گھر کا فرد بن گیا۔ رہتا تو وہ اپنی اماں کے ساتھ تھا مگر اس کا زیادہ تر وقت مولانا کے بچوں کے ساتھ ان کے گھر میں گزرتا تھا۔ یہ خاموش اور ذہین بچہ بڑھتا اور پڑھتا رہا۔ اس کا اٹھنا بیٹھنا کھانا پینا اوڑھنا پہننا سب مولانا کے بچوں جیسا تھا۔ اس کا نام لال خاں تھا۔ وہ بچہ مولانا کے دوسرے بیٹوں کی طرح ہمارا شاگرد بھی ہوا۔ کالج میں ہی تھا کہ ہم جاپان چلے گئے اس کے بعد لال خاں کا ہمیں زیادہ پتہ نہیں۔ اس بچے نے بی اے کیا اور پھر واپڈا میں اکاؤنٹس کے محکمہ میں ملازم ہوگیا۔ جماعت کا عہدیدار بھی رہا۔ مظفر گڑھ میں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے امیر ضلع کے فرائض بھی اس نے ادا کئے۔ کالج کے پرنسپل اور بعد کو حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثالث کے مشفقانہ سلوک سے متاثر ہو کر اس نے ناصر کو اپنے نام کو حصہ بنالیا۔ ماڈل ٹاؤن میں ڈیوٹی دیتا ہوا اللہ کے حضور حاضر ہوگیا۔ ہماری سب سے چھوٹی بیٹی کے خسر آیت اللہ چوہدری کا بہنوئی تھا۔ اس لحاظ سے اس کے ساتھ رشتہ داری بھی ہوگئی مگر احمدیت کا وہ رشتہ جو قائم تھا وہی سب سے مقدم رہا۔ اللہ تعالیٰ اس بچے کو اپنی مغفرت کی چادر میں لپیٹ لے اور اس کی اولاد کا حافظ وناصر ہو۔ اس کی ایک بیٹی یہاں کینیڈا میں ہے ہم اس سے تعزیت کرنے کو گئے تو ہو بہو باپ کی شکل وشباہت کی تھی۔ اسی طرح خاموش صابر شاکر اور اپنے حالات پر مطمئن۔

اور اب ان دوستوں کا ذکر کرنے کے بعد اپنے بہنوئی اور بھائیوں جیسے مؤدب اور مہذب عزیز کا ذکر کرنے چلا ہوں۔ عزیزم محمد اسلم بھروانہ جھنگ کے مشہور بھروانہ خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے ابا اور ماموں احمدی ہوئے۔ سرگودھے سے جھنگ جانے والی ریلوے لائن پر ایک سٹیشن چنڈ بھروانہ ہے وہاں ہماری مخلص جماعت قائم ہے۔ عزیزی اسلم کے ابا بھی جوانی ہی میں فوت ہوگئے۔ اسلم اکیلا ہی بیٹا تھا تین بہنیں تھیں۔ زمینداری کے نام کا سہارا تھا۔ ماموں مخلص احمدی تھے آپ نے کفالت اور نگرانی کا بیڑا اٹھایا۔ ایک بہن فوت ہوگئی تو ان کے بڑے بہنوئی مہر محمد شفیع اور بہن آپا سکینہ نے اس کی اولاد کی کفالت اپنے ذمہ لے لی۔ دوسری بہن بھی فوت ہوگئی تو عزیزی اسلم نے اس کے بچوں کو کفالت میں لے لیا۔ یہ سارا خاندان ہی اللہ تعالیٰ کے فضل سے یتیم پرور خاندان ہے اللہ تعالیٰ ان کی نیکی کو قبول فرمائے۔ ہمارے ابا عزیزی اسلم کی ذہانت کو دیکھتے ہوئے اسے ربوہ لے آئے اور اسلم ہمارے گھر کا فرد بن کر رہنے لگا۔ میٹرک کا امتحان تعلیم الاسلام ہائی سکول سے اچھے نمبروں میں پاس کیا تو اس کے ماموں کہنے لگے وہ اسے جھنگ کالج میں داخل کروانا چاہتے ہیں۔ اسلم نے جھنگ کالج سے ایف ایس سی پاس کیا اور انجینئرنگ کے لئے ٹیکسلا یونیورسٹی میں چلے گئے تعلیم مکمل کرنے کے بعد ریلوے میں ملازمت مل گئی اور ساری عمر ریلوے کی ملازمت نہایت دیانتداری اور دلیری سے کی۔ ریلوے کی افسری مل جانے کے بعد جب ان کی شادی کا وقت آیا تو آپ نے اباجی کے حسن سلوک کو یاد رکھتے ہوئے اباجی کے خاندان سے صہری تعلق جوڑنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ میں ان دنوں جاپان میں تھا میں نے حضرت اقدس کی خدمت میں لکھا حضرت اقدس نے پسندیدگی کا اظہار کیا اس طرح عزیزم محمد اسلم بھروانہ ہمارے بہنوئی بن گئے اور اس رشتہ کو اس طرح نبھایا کہ ان کے لئے دل سے دعا نکلتی ہے۔ پھر یہ نہیں کہ شادی کے بعد اپنی بہنوں کی یتیم اولاد کو بھول گئے ہیں۔ ایک کو ایم اے تک تعلیم دلوائی۔ وہ ذہین لڑکی صفیہ حیات یونیورسٹی میں اول آئی تو اسے پی ایچ ڈی کروانے تک کو بھی تیار تھے مگر زمیندار خاندانوں میں رشتے اپنے کفو میں طے ہوتے ہیں اس عزیزہ کا رشتہ بچپن ہی سے طے تھا اس لئے عزیزم اسلم اور ہماری بہن سلیمہ نے اس کے ہاتھ پیلے کردیئے۔ اب ماشاء اللہ تین بچوں کی ماں ہے اور لاہور کے کسی کالج میں ایسوسی ایٹ پروفیسر ہے۔ دوسری یتیم بھانجی جوان کی اپنی بیٹی عزیزہ شوکت جہان کی ہم عمر ہے اسے بھی پالا پوسا پڑھایا اور اپنی بیٹی کے ساتھ ہی اس جیسا جہیز دے کر اپنی بیٹیوں جیسا مناسب رشتہ ڈھونڈھ کر اس کی شادی بھی کی وہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنے گھر میں خوش اور آباد ہے۔ یتیم بھانجا عزیزی سجاد بھروانہ ان کے ہاں پلا تو نہیں مگر انہی کا بیٹا بن کر رہا شہادت کے وقت بھی انہی کے ہاں تھا اور اپنے ماموں کے ہمراہ ہی جام شہادت نوش کیا۔ یہ عزیز بھی جماعت کے کاموں میں مستعد تھا۔

عزیزم محمد اسلم بھروانہ جماعت کا کام بڑی تندہی اور خلوص سے کرتے تھے خادم تھے تو قائد ضلع رہے انصار میں بھی عہدیدار رہے۔ جماعت کا کام ہر کام پر مقدم رکھتے تھے۔ وقف بعد ریٹائرمنٹ کا عہد کیا ہوا تھا بلکہ وقف منظور بھی ہو چکا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے وقف میں لے لیا۔ پنڈی کوئٹہ لاہور جہاں بھی رہے جماعت کے کاموں میں مستعد رہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قربانی قبول فرمائے۔ آمین۔ طبیعت کے حلیم اور دل کے غنی تھے اور یہی خصوصیت ان کی ہر دلعزیزی کا موجب تھی۔ ریلوے میوگارڈنز ریلوے کے اعلیٰ افسروں کی سرکاری قیام گاہوں کا علاقہ ہے جماعت کے اجتماعات ان کے ہاں وسیع وعریض مکان میں ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنے رفقاء کار اور ماتحتوں میں مقبول تھے اس لئے کبھی کسی کو ان سے کوئی شکایت پیدا نہیں ہوئی۔ سچے مومنوں کی طرح کثیر الرماد تھے ان کا گھر ہر وقت مہمانوں سے بھرا رہتا تھا۔ ان سب خوش قسمت جاں نثاروں کا ذکر حضرت اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرداً فرداً اپنے خطبات میں فرما کر انہیں تاریخ احمدیت میں زندہ جاوید بنا دیا ہے۔ میں تو صرف ثواب میں شریک ہونے کو ذکر خیر میں حصہ لے رہا ہوں۔

مقتولین کانپور کے لئے مولانا محمد علی جوہر نے کیا خوبصورت شعر کہا تھا وہ ہمارے جاں نثاروں پر بھی صادق آتا ہے۔

بنا کردند خوش رسمے بہ خاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

کہ ان لوگوں نے خاک وخون میں لوٹ پوٹ کر کیا اچھی رسم کی بنیاد رکھی ہے۔ خدا تعالیٰ ان پاک طینت عاشقوں پر اپنی رحمت کے دروازے وا کردے۔ آمین

مکرم نصیر احمد قمر صاحب

گیمبیا کی وولف (Wollof) زبان میں ترجمہ قرآن مجید

وولف زبان گیمبیا اور سینیگال میں وسیع پیمانے پر بولی جاتی ہے۔

ترجمہ کا آغاز 1997ء کے اوائل میں ہوا اور 1999ء میں ترجمہ مکمل کر لیا گیا۔ 30/اگست 2000ء کو پروف ریڈنگ کا ابتدائی مرحلہ مکمل ہوا۔ 29/مارچ 2004ء کو گروپ پروف ریڈنگ کا کام مکمل ہوا۔ 15/اپریل 2004ء کو تصحیحات مکمل کی گئیں۔ اس کے بعد ترجمہ کی عربی متن کے ساتھ پیسٹنگ اور چیکنگ وغیرہ کے مراحل سے گزرنے کے بعد جولائی 2007ء میں سینیگال کے دارالحکومت ڈاکار کے پریس La Senegalaise De, L, imprimerie سے طبع ہوا۔ اس کے کل 707 صفحات ہیں اور اس کا سائز 23.5x15.5 ہے۔ اس ترجمہ کے لئے بھی حضرت مولوی شیر علی صاحب کے انگریزی ترجمہ قرآن مجید کو سامنے رکھا گیا۔ اس میں بعض آیات پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کے متبادل ترجمہ اور تشریحی نوٹس کو بھی پیش نظر رکھا گیا۔

حسب ذیل افراد کو ترجمہ کے کام کی سعادت حاصل ہوئی:

مکرم Momdou W.Mbyeg صاحب لوکل حروف تہجی اور تعلیم بالغاں کے ماہر، انگریزی اور وولف کے عالم۔

مکرم Pape Sengore صاحب وولف اور فرنچ کے ماہر۔

مکرم Numujo Trawally صاحب انگریزی، مینڈینکا اور وولف کے بہترین جاننے والے۔

مکرم Ustaz Hussainou Kah صاحب عربی، وولف کے جاننے والے۔

وولف زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ شائع کرنے کی سعادت صرف جماعت احمدیہ کو حاصل ہے۔

مکرم ڈاکٹر لطیف احمد قریشی صاحب

انسانی صحت کو برقرار رکھنے میں ہوا کی اہمیت

مضر صحت گیسیں اور قدرت کی طرف سے صفائی کا انتظام

انسانی جسم کو تندرست اور توانا رکھنے کے لئے سب سے اہم چیز صاف ستھری ہوا ہے۔اس امر کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اگر انسانی جسم کو چند منٹ کے لئے سانس لینے کے لئے ہوا مہیا نہ ہوسکے تو اس کی موت واقعہ ہو جاتی ہے۔ پانی کے بغیر ایک دو دن گزارہ ہوسکتا ہے، غذا کے بغیر چند دن زندہ رہا جا سکتا ہے لیکن ہوا کے بغیر بالکل گزارہ نہیں ہے۔

سانس کے ساتھ ہوا ناک یا منہ کے ذریعہ سے پھیپھڑوں میں داخل ہوتی ہے اور اس کی باریک جھلی تک پہنچتی ہے جسے انگریزی میں alveolar membrane کہتے ہیں۔اس کے ایک طرف ہوا اور دوسری طرف خون ہوتا ہے اور یہاں پر ہوا اور خون میں پائی جانے والی گیسیں ایک طرف سے دوسری طرف منتقل ہوتی ہیں اور یوں تندرستی کی حالت میں خون صاف ہو جاتا ہے۔ یہ صاف ستھرا خون جسم میں گردش کرتا رہتا ہے۔

ہوا کی مختلف گیسز (gases) میں سے آکسیجن ایک اہم کردار ادا کرتی ہے کیونکہ وہ غذا کے اجزا سے توانائی مہیا کرنے کا ذریعہ ہے جس سے زندگی کے تمام عوامل کام کرتے ہیں۔ دیکھنا چاہئے کہ آخر یہ ہوا کیا چیز ہے اور کون سی ہوا صاف ستھری کہلائی جا سکتی ہے؟اس معاملے پر موجودہ زمانے میں بہت تحقیقات ہوئی ہیں اور ہمیں علم ہے کہ ہوا کچھ گیسز کا آمیزہ ہے جس میں نائٹروجن سب سے زیادہ مقدار میں ہوتی ہے یعنی 80 فیصد، آکسیجن دوسرے نمبر پر ہے یعنی تقریباً 20 فیصد۔ اس کے علاوہ کاربن ڈائی آکسائیڈ، آبی بخارات اور بہت سی دوسری گیسز بھی تھوڑی تھوڑی مقدار میں اس آمیزہ میں شامل ہوتی ہیں۔

گیس اور ہوا کا دباؤ

ایک اور چیز جو گیسز کے معاملات میں اہمیت رکھتی ہے وہ گیس کا دباؤ ہے۔ ہر گیس حجم اور وزن رکھتی ہے اور دباؤ ڈالتی ہے۔ یہ دباؤ پارے کے ساتھ موازنہ کرکے بیان کیا جاتا ہے۔ ہوا بھی گیس ہونے کی وجہ سے دباؤ رکھتی ہے اور اس دباؤ کو انگریزی زبان میں atmospheric pressure کہا جاتا ہے۔ یہ دباؤ سطح سمندر پر 760 ملی میٹر پارے کے برابر ہوتا ہے۔ہوا کا دباؤ اس میں شامل تمام گیسز کے دباؤ کا مجموعہ ہوتا ہے چنانچہ آکسیجن کا دباؤ اس مجموعہ میں صرف 150 ملی میٹر پارے کے وزن کے برابر ہوتا ہے۔

ایک اور بہت اہم بات جو اس سلسلے میں مدنظر رکھنی ضروری ہے وہ یہ ہے کہ ہوا کا دباؤ سطح سمندر سے بلندی پر بتدریج گھٹتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ پہاڑوں کی بلند چوٹیوں پر یہ بہت ہی تھوڑا رہ جاتا ہے۔ جوں جوں ہوا کا دباؤ کم ہوتا ہے اسی تناسب سے اس میں شامل گیسز کا دباؤ بھی کم ہوتا جاتا ہے چنانچہ آکسیجن کا دباؤ اس بلندی پر اتنا کم ہو جاتا ہے کہ وہ اس قابل نہیں رہتی کہ خون کو صحیح طور پر صاف کرسکے اور ایسی صورت میں زندگی برقرار رکھنے کیلئے آکسیجن سلنڈروں کا سہارا لینا پڑتا ہے۔

کاربن ڈائی آکسائیڈ

ہوا میں موجود ایک اور گیس کو بھی بہت اہمیت حاصل ہے گو تناسب کے لحاظ سے اس کی مقدار کم ہوتی ہے۔ اس گیس کا نام کاربن ڈائی آکسائیڈ ہے۔ یہ گیس کاربن اور آکسیجن کا مرکب ہوتی ہے اور اس میں کاربن کا ایک اور آکسیجن کے دو ایٹم ہوتے ہیں۔ جب بھی کاربن جلتی ہے تو وہ آکسیجن سے ملتی ہے جس کے نتیجہ میں حرارت پیدا ہوتی ہے اور یہ گیس خارج ہوتی ہے۔ یہ عمل تمام جانداروں یعنی انسانوں، حیوانوں، پودوں، بیکٹیریا غرض ہر جاندار چیز میں توانائی فراہم کرنے کا طریق ہے اور اس کے نتیجے میں ہر جاندار غذا استعمال کرکے فضلے کے طور پر کاربن ڈائی آکسائیڈ خارج کرتا ہے جو ہوا میں مل جاتی ہے۔اسی طرح حرارت حاصل کرنے کیلئے لکڑی، کوئلہ یا تیل جلانے کے نتیجہ میں بھی یہی گیس خارج ہوتی ہے جبکہ ساتھ ساتھ آکسیجن کم ہوتی چلی جاتی ہے۔

کاربن مونو آکسائیڈ

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کاربن اور آکسیجن کے مرکب کے علاوہ ایک اور گیس کا تذکرہ بھی کیا جائے جو کاربن مونو آکسائیڈ کہلاتی ہے اور اس میں ایک کاربن اور ایک آکسیجن کا ایٹم ہوتا ہے اور یہ گیس کاربن کے نامکمل احتراق سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ دونوں گیسز زہریلی ہوتی ہیں لیکن کاربن مونو آکسائیڈ بہت زیادہ زہریلی ہوتی ہے کیونکہ خون کے سرخ ذرات بڑی سرعت کے ساتھ اس سے مل جاتے ہیں اور آکسیجن سے ملنے کے لائق نہیں رہتے اور آکسیجن کی فراہمی کا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔

کاربن ڈائی آکسائیڈ کی کثافت

کاربن ڈائی آکسائیڈ گیس کی کثافت ہوا میں موجود دوسری گیسوں کی نسبت زیادہ ہوتی ہے اور یہ وزن میں بھاری ہے۔اس وجہ سے یہ گیس نچلی سطح کی طرف جمع ہو جاتی ہے چنانچہ بعض اوقات کنوؤں اور گہری غاروں میں یہ گیس اتنی مقدار میں جمع ہو جاتی ہے کہ وہاں جانے والے انسان اور جانور اس فضا میں سانس لینے کی وجہ سے ہلاک ہو جاتے ہیں۔

فضا کو اس مضر صحت گیس سے پاک کرنے کے لئے قدرت کا ایک حیرت انگیز نظام ہے اسے فوٹو سنتھیسز (photosynthesis) کہتے ہیں۔ درختوں کے سبز پتے، سورج کی روشنی کی موجودگی میں کاربن ڈائی آکسائیڈ کو جذب کرتے ہیں اور آکسیجن کو خارج کرتے ہیں ۔ یہ عمل رات کے وقت نہیں ہوتا جبکہ سورج کی روشنی نہیں ہوتی۔ رات کو پودے بھی دوسرے جانداروں کی طرح آکسیجن استعمال کرتے اور کاربن ڈائی آکسائیڈ خارج کرتے ہیں۔ اسی بنا پر رات کو درختوں کے نیچے سونا صحت کے لئے مضر ہے۔

آبی بخارات کی اہمیت

آبی بخارات بھی ہوا کا ایک حصہ ہیں اور ان کی مقدار بہت سے عوامل جیسے کہ درجہ ءحرارت، موسم، آبی ذخائر یعنی دریا، جھیل اور سمندر سے فاصلہ پر منحصر ہے۔ ہوا کسی خاص درجہ ءحرارت پر ایک خاص مقدار سے زیادہ آبی بخارات کی متحمل نہیں ہوسکتی ۔ ہوا کی اس تاثیر کو انگریزی میں humidity کہتے ہیں اور اس کا سکیل صفر سے سو فیصد تک بیان کیا جاتا ہے۔صفر فیصد کا مطلب ہے کہ ہوا بالکل خشک ہے اور اس میں کوئی آبی بخارات نہیں ہیں جبکہ 100 فیصد کا مطلب ہے کہ ہوا میں اب مزید پانی کے بخارات داخل ہونے کی گنجائش نہیں ہے۔ آبی بخارات کی اہمیت اس وجہ سے ہے کہ انسانی جسم کے تمام خلیات زیادہ تر پانی سے بنے ہوئے ہیں اس لئے ان کی صحت کو برقرار رکھنے کے لئے ہوا میں مناسب مقدار میں آبی بخارات کا ہونا ضروری ہے۔

ان گیسز کے علاوہ فضا میں بہت سے ٹھوس ذرات بھی معلق ہوتے ہیں جو گرد وغبار، کاربن یعنی دھواں، پھولوں کے پولنز (pollens) بیکٹیریا، پھپھوندی، وائرس اور کیمیکلز (Chemicals) وغیرہ پر مشتمل ہوتے ہیں۔ اگر ہم کسی تاریک جگہ میں روشنی کی کرن داخل کریں تو فضا میں معلق ان ذرات کا بآسانی مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔

ہوا کی صفائی کا انتظام

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہوا جو انسانی بقاء کے لئے اس قدر اہم ہے اور مسلسل اس کے اندر ایسی زہریلی اشیاء داخل ہو رہی ہیں جو انسان اور دوسرے جانداروں کو ہلاک کر دینے کی تاثیر رکھتی ہیں تو اس کی صفائی کا کیا انتظام ہے۔سورج کی روشنی اور درختوں کا تذکرہ تو پہلے ہی ہو چکا ہے کہ کس طرح وہ آکسیجن کو پیدا کرتے اور کاربن ڈائی آکسائیڈ کو اپنے استعمال میں لے آتے ہیں لیکن سورج کی روشنی ہوا کی صفائی کے لئے اور بھی کئی کام کرتی ہے۔سورج کی کرنوں میں غیر معمولی تمازت ہوتی ہے جس کی وجہ سے پانی، آبی ذخائر سے بخارات میں تبدیل ہوکر بلند ہوتا چلا جاتا ہے۔ پھر گرم ہوا وزن میں ہلکی ہوتی ہے اور اوپر کی طرف اٹھتی ہے جبکہ اونچائی پر ہوا ٹھنڈی ہوتی ہے اور بھاری ہوتی ہے اس لئے وہ نیچے کی طرف آتی ہے۔ اس کے نتیجے میں ہوا کی ایک مسلسل گردش شروع ہو جاتی ہے۔ پھر یہ ہوا میدانی علاقوں کی طرف چلنا شروع کرتی ہے اور پہاڑوں کے ساتھ ساتھ بلند ہوکر ٹھنڈی ہوتی چلی جاتی ہے اور بادل، بارش اور برف میں تبدیل ہوکر واپس سطح زمین کی طرف لوٹتی ہے اور واپسی کے اس سفر میں فضا کی تمام آلودگیاں، مٹی، ریت، کاربن، کیمیکل اور جراثیم وغیرہ کو صاف کرتی ہوئی واپس ندی نالوں، دریاؤں اور سمندر کی طرف لوٹا دیتی ہے۔ جنگلوں اور میدانوں میں یہ بارش درختوں فصلوں اور جانوروں کیلئے نشوونما کا ذریعہ اور رحمت بن جاتی ہے۔

سورج کی شعاعوں میں ایک یہ تاثیر بھی ہے کہ وہ بہت سے مضر صحت جراثیم کو ہلاک کر دیتی ہے اور اس طرح بھی ہوا اور فضا کو صاف ستھرا کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

انسانی جسم کی ساخت اور مضر صحت گیسوں سے بچاؤ

اب ہم یہ غور کرتے ہیں کہ انسانی جسم کی بناوٹ اور ساخت کس طرح ہوا کو اپنے فائدے کے لئے استعمال کرتی ہے اور مضر صحت گیسوں اور زہریلی اشیاء سے بچاؤ کے طریق اختیار کرتی ہے؟ اس کام میں انسانی ناک ایک اہم کردار ادا کرتی ہے۔ ناک میں سونگھنے کی جو حس موجود ہے اس کی وجہ سے گلی سڑی بدبودار فضا جس میں مضر صحت گیسز کا احساس ان کی بدبو کی وجہ سے فوراً ہو جاتا ہے اور طبیعت بچاؤ کی طرف مائل ہو جاتی ہے۔ ناک اور سانس کی نالیوں کی جھلی بہت حساس ہوتی ہے اور باریک سے باریک ذرے یا جراثیم کو محسوس کرتی ہے اور فوراً اسے جسم سے خارج کرنے کی کوشش کرتی ہے چنانچہ اس کے لئے چھینکنے اور کھانسنے کا عمل پیدا ہوتا ہے۔ چھینکنے کا عمل انسانی جسم کی صحت کے لئے بہت فائدہ مند

ہے۔اس کے علاوہ انسانی جسم کا دفاعی نظام بھی پھیپھڑوں کی دیواروں، جھلیوں اور غدودوں میں بہت فراوانی سے پایا جاتا ہے اور ہر قسم کے مضر صحت ذرات اور جراثیم سے مدافعت کے فرائض انجام دیتا ہے۔ناک اور نظام تنفس کی بناوٹ اور ساخت بھی بہت پیچیدار ہوتی ہے اس میں خون کی نالیاں وافر مقدار میں ہوتی ہیں جس میں رطوبت اور لیسدار مادہ پایا جاتا ہے۔اس وجہ سے باہر کی ہوا جب ناک کی نالیوں میں سے گزر کے پھیپھڑوں میں داخل ہوتی ہے تو اس کا درجہء حرارت جسم کے برابر ہوجاتا ہے۔اندر جانے والی ہوا میں جسم کے مناسب حال آبی بخارات شامل ہوجاتے ہیں اور لیسدار مواد ہر قسم کے ذرات اور جراثیموں کو قید کر لیتے ہیں اور چھینکوں اور کھانسی کے ذریعے جسم کے باہر نکال دیتی ہیں۔غرض یہ ایک مربوط نظام ہے جس کے ذریعے سے صاف ستھری ہوا باہر کی فضا سے فلٹر ہوکر پھیپھڑوں تک پہنچتی ہے۔ناک کے ذریعے سے سانس لینے سے یہ فوائد حاصل ہوتے ہیں۔منہ سے سانس لینے والے لوگ ان میں سے بعض فوائد سے محروم رہ جاتے ہیں۔

ہوا میں موجود گیسز بھی جسم کو متاثر کرتی ہیں۔ مثلاً کاربن ڈائی آکسائیڈ کی کمی یا زیادتی کا فوری طور پر جسم پر اثر پڑتا ہے اور جسم کوشش کرتا ہے کہ اس زہریلی گیس سے چھٹکارا حاصل کیا جائے۔ اسی طرح آکسیجن کی کمی اور زیادتی کا اثر بھی فوری طور پر ہوتا ہے اور جسم کوشش کرتا ہے کہ آکسیجن کی مقدار جسم میں ہمیشہ ایک جیسی رہے اس کے لئے کبھی سانس کی رفتار تیز ہوجاتی ہے اور کبھی ہلکی نیز جسم میں اور تبدیلیاں بھی آجاتی ہیں مثلاً بلند پہاڑوں پر رہنے والے لوگوں میں آکسیجن کی کمی دور کرنے کے لئے خون کے سرخ ذرات کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ ہو جاتا ہے اور اس طرح آکسیجن کی کمی کے باوجود پہاڑوں پر رہنے والے اپنے کام کاج میں مصروف رہتے ہیں۔

فضائی آلودگی کی بڑی بڑی وجوہات

پچھلے تین سو سال میں سائنس اور صنعت نے بہت ترقی کی اور اس کی وجہ زمین سے نکلنے والی معدنیات خاص طور پر لوہا، کوئلہ، تیل اور قدرتی گیس وغیرہ (fossil fuel) ہیں۔یہ ترقی خاص طور پر مغربی ممالک میں ہوئی اور موجودہ زمانے میں جاپان، چین اور ہندوستان میں بھی پھیل چکی ہے۔اس ترقی کی وجہ سے بڑے بڑے کارخانے بنے جنہوں نے کوئلہ، تیل اور گیس کو فراوانی سے استعمال کیا، بجلی پیدا کی۔ ہر قسم کی مشینیں بنائی گئیں اور انسان کے تمام کاموں میں تیزی آگئی۔ اس تمام ترقی کا ایک اثر یہ بھی ہوا کہ ان لاکھوں کارخانوں۔ ان گنت کاروں، مشینوں، ہوائی جہازوں نے فوسل فیول استعمال کر کے دنیا کی فضا کو آلودگیوں، کاربن ڈائی آکسائیڈ کاربن مونو آکسائیڈ، دھوئیں، تیزاب اور کیمیکلز سے بھر دیا۔ شروع شروع میں تو اس کی طرف کسی کی توجہ نہیں تھی لیکن آہستہ آہستہ قوموں کو اس کا پتہ چلنے لگا اور سائنس دانوں میں تشویش پھیلنے لگی۔چند سال قبل ہندوستان کے ایک شہر بھوپال میں ایک بڑے امریکن کارخانے میں حادثے کے نتیجے میں گیس تمام شہر میں پھیل گئی اور ہزاروں لوگ متاثر ہوئے کچھ مرگئے اور کچھ معذور ہوگئے۔ اسی طرح انگلستان کے شہر لندن میں 1952ء میں فضائی آلودگی اس قدر زیادہ ہوگئی کہ لوگوں کیلئے سانس لینا بھی دشوار ہوگیا لیکن وہاں کی حکومت عقلمند ہے اور اپنے عوام کی بہبود کا خیال رکھتی ہے انہوں نے ایسے اقدامات کئے کہ ایسا واقعہ پھر پیش نہیں آیا۔ پھر ایک اور قسم آلودگی کی اس وقت سامنے آئی جب دوسری جنگ عظیم میں جاپان پر ایٹم بم گرایا گیا اور اس کے نتیجہ میں تابکاری کے اثرات پیدا ہوئے جو آج تک جاری ہیں۔غرض یہ بڑے خطرات ہیں جو انسانی زندگی کو لاحق ہیں لیکن ابھی ہم بعض دوسرے خطرات کا تذکرہ کریں گے۔

غریب ملکوں میں جو آلودگی ملتی ہے اس کی نوعیت مختلف قسم کی ہے۔ کچے گلی کوچوں اور ٹوٹی پھوٹی سڑکوں پر جانور اور انسان پاخانہ پیشاب کر دیتے ہیں۔ وہیں پر وہ گلتا سڑتا رہتا ہے۔امونیا (ammonia) گیس جو پیشاب کے سڑنے سے پیدا ہوتی ہے، اس کی بدبو تمام فضا میں پھیل جاتی ہے۔ یہ نائٹروجن کا مرکب ہے اور فصلوں کے لئے بہت اچھی کھاد ہے لیکن صحت کے لئے سخت مضر۔ اسی طرح میتھین اور ہائیڈروجن سلفائیڈ وغیرہ گیسیں جو اپنی مخصوص بدبو سے پہچانی جاتی ہیں اور پاخانے وغیرہ کے سڑنے سے پیدا ہوتی ہیں وہ بھی فضا میں سونگھی جاسکتی ہیں۔ یہ سب گیسز صحت کے لئے سخت مضر ہیں البتہ معمولی ٹریننگ، احتیاط اور صفائی سے ان سے بچا جاسکتا ہے۔

سب سے خطرناک فضائی آلودگی جو موجودہ زمانے کا انسان اپنے اوپر خود وارد کرتا ہے وہ تمباکو نوشی ہے۔یہ لعنت ترقی یافتہ اور ترقی پذیر دونوں قسم کے ممالک میں پائی جاتی ہے۔صرف فرق اتنا ہے کہ ترقی پذیر ملکوں میں پبلک جگہ، بس، ٹرین، ہوائی جہاز، ہوٹل، ہسپتال وغیرہ میں سگریٹ پینا قطعاً ممنوع ہے جبکہ غریب ملکوں میں لوگ ڈھٹائی سے ہر جگہ سگریٹ پینے اور پلانے میں مصروف رہتے ہیں۔ پلانے کا لفظ اس لئے استعمال کیا ہے کہ بیچارے نہ پینے والے بھی پینے والوں کے دھوئیں سے برابر کے متاثر ہوتے ہیں۔سگریٹ کے دھوئیں میں چار قسم کے زہر ہوتے ہیں۔اول کاربن کے باریک ذرات جو سیدھے پھیپھڑوں میں جاکر اس کو کالا کردیتے ہیں۔دوسرے نمبر پر وہی خطرناک گیس جس کا پہلے ذکر ہوچکا ہے یعنی کاربن مونو آکسائیڈ سگریٹ کے دھوئیں میں موجود ہوتی ہے۔تیسرے نمبر پر دماغ پر اثر کرنے والی نشہ آور دوائی نکوٹین اس دھوئیں میں موجود ہوتی ہے اور سگریٹ کا عادی بنانے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ چوتھے نمبر پر ٹار tar ہے ۔ یہ خوفناک کیمیکل کینسر کا موذی مرض پیدا کرتا ہے گویا موت کی طرف لے جانے والا ذریعہ ہے۔اس کے علاوہ بھی بہت کچھ اس دھوئیں میں ہوتا ہے جو چند سال میں انسان کی زندگی کو اجیرن کردیتا ہے۔

گرد وغبار اور نباتاتی ریشے بھی فضائی آلودگی کی وجہ بنتے ہیں اور صحت پر برا اثر ڈالتے ہیں۔ چنانچہ بعض پیشوں میں جیسے کانوں میں کام کرنے والے، پتھر کوٹنے والے، ملوں کے کارکن، کسان وغیرہ ان کی وجہ سے متاثر ہوسکتے ہیں۔

غرض یہ سب آلودگیاں ہیں جو سانس لینے کی ہوا کو مکدر کرتی ہیں اور صحت کو برباد کردیتی ہیں۔ چنانچہ ان کی روشنی میں جو اقدامات کرنے چاہئیں وہ درج ذیل ہیں۔

احتیاطی تدابیر

بچپن سے ہی ناک سے سانس لینے کی عادت بچوں کو ڈالنی چاہئے۔ اگر کسی وجہ سے ناک سے سانس نہ لیا جاسکے تو اس کی تحقیق کرکے جو وجہ ہو اسے دور کیا جائے ناک سے سانس لینے کی وجہ سے مضر صحت گیسز وغیرہ کا فوراً پتہ چل جاتا ہے اور انسان احتیاطی تدابیر اختیار کرلیتا ہے۔ناک سے سانس لینے میں اور بھی بہت سے فوائد ہیں جو پہلے بیان کئے جاچکے ہیں۔

گلیوں سڑکوں محلوں اور ماحول کی صفائی کا خاص خیال رکھا جائے اور جگہ جگہ تھوکنے سے پرہیز کیا جائے۔ اسی طرح کھانستے اور چھینکتے وقت رومال کا استعمال کرنے سے جراثیم کے پھیلنے کے امکانات گھٹ جاتے ہیں چنانچہ ایسا کرنا چاہئے۔

تمباکو نوشی کے خلاف ایک منظّم تحریک چلانے کی ضرورت ہے۔چھوٹی عمر سے بچوں کو اس کے نقصانات بتائے جائیں اور عادی لوگوں کو تمباکو نوشی ترک کرنے میں مدد دی جائے۔ پبلک مقامات پر اس کو مکمل طور پر روک دیا جائے۔

گرد وغبار والے پیشوں سے بچا جائے اور اگر ایسا کام کرنا ناگزیر ہو تو پوری احتیاطی تدابیر اختیار کی جائیں۔

مکرم عبدالعزیز خان صاحب

حضرت مولانا دوست محمد صاحب شاہد

خوشاب شہر میں سیرۃ النبیؐ کا ایک یادگار جلسہ

60ء کی دہائی تھی۔ صحیح سال یاد نہیں گرمیوں کے دن تھے جماعت احمدیہ خوشاب نے سیرۃ النبیؐ کے سلسلہ میں مرکز سے عالم دین بھجوانے کی درخواست کی تو مرکز نے مولانا دوست محمد شاہد صاحب مرحوم کو بھجوایا اس وقت یہ بالکل جوان تھے دبلے پتلے، سر پر پگڑی باندھے ہوئے۔ پہلے تو جماعت کے احباب پریشان ہوئے کہ یہ کل کا لڑکا ہے ابھی ابھی مربی بنا ہے انہوں نے کیا تقریر کرنی ہے۔تاہم اس دن ہمارے خدام نے تانگہ پر لاؤڈ سپیکر لگا کر جلسے کی منادی شہر بھر میں کی رات کو نماز عشاء کے بعد بیت الحمد محلّہ آہیرانوالہ خوشاب میں اجلاس شروع ہوا۔تلاوت قرآن کریم اور نظم خوانی کے بعد مولانا دوست محمد صاحب شاہد خطاب کے لئے کھڑے ہوئے دو گھنٹے سیرۃ النبیؐ پر نہایت عالمانہ اور پُر اثر خطاب فرمایا کہ احمدی احباب تو خوب عش عش کر اٹھے بلکہ شہر بھر میں دور دور تک سپیکر کی آواز گئی۔ بیت الحمد کے سامنے گلی میں بھی اور ہماری بیت کے ساتھ ہی غیر از جماعت کی مسجد میں بھی بڑے شوق سے مولانا کا خطاب سنا گیا۔

دوسرے دن مولانا نے واپس جانا تھا لیکن رات کو ہی یا شاید صبح ہی شہر کے غیر احمدی احباب نے کہا کہ آپ کے مولوی نے جو باتیں کی ہیں ہمارے علماء نے آج تک ہمیں نہیں بتائیں۔ مہربانی کرکے آج پھر اپنے مولوی صاحب کی تقریر کروائیں۔ چنانچہ مولانا صاحب کی روانگی ملتوی کردی گئی اور پھر دوسرے دن نماز عشاء کے بعد مولانا صاحب سیرۃ النبیؐ کے مضمون پر خوب گرجے۔ آپؐ کی شان میں برموقعہ اشعار کا خوب استعمال کیا۔ رات کو 11، ساڑھے گیارہ بجے تک آپ کا خطاب جاری رہا کل کے خطاب میں جو باتیں رہ گئی تھیں ان کو نہایت ہی دلنشیں، سادہ الفاظ میں بیان فرمایا جس کا غیر از جماعت پر بہت ہی اچھا اثر پڑا۔ ہمارے بعض احمدی جو پہلے دن تذبذب کا شکار تھے کہ کیسی تقریر ہو۔ وہ بھی آپ کی لیاقت کے قائل ہوگئے۔

یہ خاکسار کی آنکھوں دیکھا ہے۔اس جلسہ میں خاکسار نہ صرف موجود تھا بلکہ بعض انتظامات میں ہاتھ بٹانے کا بھی موقعہ ملا۔اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے اور ہم سب کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

اطلاعات و اعلانات

نوٹ: اعلانات صدر/امیر صاحب حلقہ کی تصدیق کے ساتھ آنا ضروری ہیں۔

درخواست دعا

❁ مکرم عزیز احمد صاحب ناصر آباد غربی ربوہ اطلاع دیتے ہیں۔

میری والدہ محترمہ اللہ رکھی صاحبہ اہلیہ مکرم امیر احمد بسراء صاحب کو گرنے سے سر پر شدید چوٹ لگی 6 ٹانکے لگے ہیں۔ احباب جماعت سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے مکمل شفاء عطا فرمائے۔

❁ مکرم رانا محمود احمد صاحب دارالعلوم غربی خلیل ربوہ تحریر کرتے ہیں میرے بھائی مکرم رانا احمد علی صاحب آف 60 چک کھیم سنگھ والا کا آپریشن فیصل آباد کے ایک ہسپتال میں ہوا ہے۔ شروع میں تو بہت پیچیدگی تھی مسلسل بے ہوشی طاری تھی لیکن بفضل اللہ تعالیٰ دو تین روز سے طبیعت بہتری کی طرف مائل ہے۔ احباب سے کامل شفاء یابی کیلئے دعا کی درخواست ہے۔

سانحہ ارتحال

❁ مکرم عمران احمد کاہلوں صاحب معلم وقف جدید تلونڈی کھجوروالی ضلع گوجرانوالہ تحریر کرتے ہیں۔

جماعت احمدیہ کھکھی کے کی صدر صاحبہ لجنہ محترمہ ناصرہ بیگم صاحبہ زوجہ مکرم محمد فاضل صاحب کھکھی کے ضلع گوجرانوالہ مورخہ 10/اکتوبر 2010ء کو بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔ مرحومہ بفضل اللہ تعالیٰ موصیہ تھیں وفات کے وقت عمر 56 سال تھی۔ آپ کی نماز جنازہ مورخہ 10/اکتوبر کو مقامی طور پر محترم افتخار احمد ملہی صاحب امیر ضلع گوجرانوالہ نے پڑھائی اور بعد میں آپ کی میت ربوہ لائی گئی 12/اکتوبر کو بعد نماز عصر بیت مبارک میں محترم سید محمود احمد شاہ صاحب ناظر اصلاح وارشاد مرکزیہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور قبر تیار ہونے پر محترم امین الرحمٰن صاحب استاد جامعہ احمدیہ جونیئر سیکشن نے دعا کروائی۔ مرحومہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے فدائی مخلص، خلافت کی کامل فرمانبردار، سلسلہ عالیہ احمدیہ سے بے حد پیار کرنے والی، ملنسار طبیعت میں بشاشت، ہر ایک کے کام آنے والی نماز و چندہ کی پابند اور نظام جماعت و مرکزی و ضلعی عہدیداران اور واقفین زندگی کے ساتھ بیحد تعاون کرنے والی تھیں۔ جماعتی میٹنگز پر بروقت آنا ان کا معمول تھا اور اپنے حلقہ میں 17 سال بطور صدر لجنہ اماء اللہ خدمات سرانجام دیں اور مالی قربانی میں پیش پیش تھیں۔ اپنے گاؤں میں ایک ہی احمدیوں کا گھر تھا غیر احمدی برادری میں بہت مقبول اور مثالی تھیں اور اچھے اخلاق کی وجہ سے احمدیوں اور غیر احمدیوں میں اچھا اثر رکھتی تھیں آپ نے اپنی اولاد کی بھی اللہ کے فضل سے بہت اچھی تربیت کی۔ مرحومہ نے پسماندگان میں خاوند کے علاوہ چار بیٹے اور ایک بیٹی بطور یادگار چھوڑی ہیں اور آپ کے دو بیٹے شادی شدہ ہیں۔ احباب جماعت سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرماتے ہوئے اپنے پیاروں کے قرب میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

سانحہ ارتحال

❁ مکرم عبداللطیف شاد صاحب واقف زندگی کارکن جامعہ احمدیہ جونیئر سیکشن ربوہ تحریر کرتے ہیں۔

خاکسار کے سُسر محترم انجینئر رشید احمد بٹ صاحب آف حلقہ مصطفیٰ آباد دارالذکر لاہور مورخہ 18/اکتوبر 2010ء کو علی الصبح مختصر علالت کے بعد بعمر 71 سال وفات پا گئے۔ اسی روز مکرم قریشی نصیر احمد صاحب مربی سلسلہ نے مقامی طور پر نماز جنازہ پڑھائی۔ بعدازاں بوجہ موصی ہونے کے جنازہ ربوہ لایا گیا۔ جہاں بعد نماز مغرب بیت المبارک میں محترم مرزا محمد الدین ناز صاحب ایڈیشنل ناظر تعلیم القرآن و وقف عارضی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ بہشتی مقبرہ میں تدفین کے بعد مکرم اقبال احمد عابد صاحب مربی سلسلہ نے دعا کروائی۔ مرحوم بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ آپ پیشہ کے اعتبار سے مکینیکل انجینئر تھے۔ لمبا عرصہ بسلسلہ ملازمت کراچی مقیم رہے۔ جرمنی، یوکے، عراق و دیگر ممالک میں تحصیل علم کی غرض سے جاتے رہے۔ باقاعدہ تہجد گزار، خلافت سے فدائیت کا تعلق رکھنے والے، ملنسار و صلح جُو انسان تھے نیز مختلف جماعتی عہدوں پر خدمت کی توفیق ملی۔ آپ کے ذریعہ سے بہت سے نیک نفس انسان حلقہ احمدیت میں داخل ہوئے۔ آپ کو ہومیو پیتھی سے خاص شغف تھا جس کے باعث مسلسل خدمت خلق کرنے کی توفیق پائی۔ آپ سانحہ دارالذکر کے زخمیوں میں سے تھے آپ کی بائیں ٹانگ پر گولی لگی تھی بہت زیادہ خون بہنے سے جسم میں HB لیول کافی گر گیا تھا۔ آخری وقت بیہوشی میں ہارٹ اٹیک ہوا اور اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ آپ نے اپنے پیچھے اپنی اہلیہ کے علاوہ چھ بیٹیاں و داماد اور ایک بیٹا جو ابھی تک غیر شادی شدہ ہے سوگوار چھوڑے ہیں۔ احباب جماعت سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور ہم سب کو صبر جمیل سے نوازے اور ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ آمین

تصحیح

مورخہ 29/اکتوبر 2010ء کو روزنامہ الفضل کے صفحہ 11 پر مکرم پروفیسر محمد طفیل صاحب کی وفات کے اعلان میں غلطی سے احمد فیضی صاحب امیر ضلع راولپنڈی نے دعا کروائی لکھا گیا ہے۔ جبکہ مکرم فضل الرحمٰن صاحب امیر ضلع راولپنڈی ہیں۔ احباب درستی فرمالیں۔

بقیہ صفحہ 2

حضرت سیدہ سعیدۃ النساء بیگم صاحبہ کو اپنے برگزیدہ خاوند حضرت سید عبدالستار شاہ صاحب کی طرح حضرت امام الزمان سے ایک والہانہ عقیدت تھی جیسا کہ آپ کے حضرت اقدس کی حرم حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم کے نام لکھے ہوئے مکتوب کا لفظ لفظ عکاسی کرتا ہے۔ یہ مکتوب اپریل 1907ء کے اوائل کا ہے۔ آپ نے لکھا:۔

''یہاں خدا تعالیٰ کے فضل سے ہر طرح سے خیریت ہے اور حضور کی خیریت خداوند کریم سے روز و شب نیک خواہ ہوں۔ گزارش خدمت عالی یہی ہے کہ میں نے تین ماہ رخصت کی درخواست کی ہے۔ دعا کریں کہ جلدی منظور ہو جاوے تا خدمت شریف میں حاضر ہوں ہم گھڑیاں گنتے رہتے ہیں کہ وہ کونسی گھڑی ہو گی کہ جب ہم ملاقات سے مستفید ہوں گے۔ خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ محبت بھرا دل کیسا قادیان میں رہنے کا شائق ہے چاہتی ہوں کہ ہر وقت خدمت میں رہوں اور وہاں روحانیت کی ترقی حاصل کروں۔ اس قدر دیری کا سبب بیماری کی وجہ ہے اور رخصت کے نہ ملنے کی بھی وجہ ہے۔ دعا کریں کہ جلدی رخصت منظور ہو نیز دعا کریں کہ جلدی رخصت منظور ہو۔ نیز دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنی حفاظت میں لیوے اور دشمنوں کے شر سے بچاوے اور اپنے غضب سے بچاوے آمین اور دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کی طاقت عطا کرے۔

فقط ولی اللہ کی والدہ (غیر مطبوعہ)

حضرت سیدہ سعیدۃ النساء نے 14 نومبر 1923ء کو وفات پائی۔ آپ کا وجود سایہء رحمت تھا قادیان میں حضرت مسیح موعود نے مستورات میں درس کا آغاز آپ ہی کی تحریک پر فرمایا۔

خالص سونے کے زیورات کا مرکز
کاشف جیولرز
گولبازار ربوہ
میاں غلام مرتضیٰ محمود
فون دکان: 047-6215747 فون رہائش: 047-6211649

حضرت امۃ الرحیم صاحبہ زوجہ حضرت میر مہدی حسین صاحب

حضرت امۃ الرحیم صاحبہ بھی سلسلہ احمدیہ کے ایک عظیم گوہر اور خادمِ مسیح موعود حضرت میر مہدی حسین صاحب کی اہلیہ تھیں آپ نے حضرت اقدس مسیح موعود کی قبولیت دعا کا نشان اور باتوں کے علاوہ اپنی ذات میں بھی دیکھا تھا جس کا ذکر خود حضور نے اپنے قلم مبارک سے اپنی کتاب ''حقیقۃ الوحی'' میں اپنے نشاناتِ صداقت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

''169۔ نشان۔ جب ہم بہار کی موسم میں 1905ء میں باغ میں تھے تو مجھے اپنی جماعت کے لوگوں میں سے جو باغ میں تھے کسی ایک کی نسبت یہ الہام ہوا تھا کہ خدا کا ارادہ ہی نہ تھا کہ اس کو اچھا کرے مگر فضل سے اپنے ارادہ کو بدل دیا۔ اس الہام کے بعد ایسا اتفاق ہوا کہ سید مہدی حسین صاحب جو ہمارے باغ میں تھے اور ہماری جماعت میں داخل ہیں اُن کی بیوی سخت بیمار ہوگئی وہ پہلے بھی تپ اور ورم سے جو منہ اور دونوں پیروں اور تمام بدن پر تھی اور بہت کمزور تھی اور حاملہ تھی پھر بعد وضع حمل جو باغ میں ہوا اس کی حالت بہت نازک ہوگئی اور آثار نومیدی ظاہر ہوگئے اور میں اس کے لیے دعا کرتا رہا آخر خدا تعالیٰ کے فضل سے اُس کو دوبارہ زندگی حاصل ہوئی اس امر کے گواہ اخویم حکیم مولوی نوردین صاحب، مولوی محمد علی صاحب ایم اے، مفتی محمد صادق صاحب اور خود مہدی حسین صاحب اور تمام وہ دوست ہیں جو میرے ساتھ باغ میں تھے دعا کے بعد دوسرے روز سید مہدی حسین کی اہلیہ کی زبان پر یہ الہام منجانب اللہ جاری ہوا تو اچھی تو نہ ہوتی مگر حضرت صاحب کی دعا کا سبب ہے کہ اب تو اچھی ہوجائے گی۔''

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 378، 379)

حضرت میر مہدی حسین صاحب خود حضرت اقدس کی دعاؤں کے طفیل اپنی بیوی کی معجزانہ شفایابی کے متعلق فرماتے ہیں:۔

''میری بیوی ایک دفعہ بیمار ہوگئی میں نے حضور سے ذکر کیا تو حضور نے فرمایا کہ شربت بزوری بنالو میں بوجہ غربت نہ بنا سکا، اگلے روز میں نے پھر رقعہ لکھا تو حضور باہر تشریف لائے فرمایا شربت بنالیا ہے؟ میں نے عرض کی کہ حضور دعا فرمائیں آپ نے فرمایا کہ نسخہ کو چھوڑ دو میں دعا کروں گا، آپ نے دعا فرمائی میری بیوی اچھی

خبریں

☆ وفاقی کابینہ نے 15 فیصد کی شرح سے اصلاح شدہ جی ایس ٹی اور دس فیصد فلڈ ٹیکس کی منظوری دے دی ہے۔ جی ایس ٹی اصلاحات قومی اسمبلی کے رواں سیشن میں منظور کی جائیں گی اور رواں سال دسمبر کے آخر میں ان کا نفاذ ہوگا۔

☆ چینی کے ذخیرہ اندوزوں کے خلاف کریک ڈاؤن کا حکم جاری کر دیا گیا ہے۔ رنگے ہاتھوں گرفتار ذخیرہ اندوزوں کی چینی ضبط کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

☆ پٹرولیم مصنوعات کی قیمتوں میں اضافہ کے خلاف اپوزیشن نے قومی اسمبلی میں وزیراعظم کی موجودگی میں ہنگامہ شروع کر دیا۔ ہنگامہ آرائی اپوزیشن کو مہنگائی کے خلاف قرارداد پیش کرنے کی اجازت نہ ملنے پر ہوئی مہنگائی کے خلاف احتجاج میں ایم کیو ایم نے بھی اپوزیشن کا ساتھ دیا۔

☆ وزیراعلیٰ پنجاب شہباز شریف نے صوبہ کے مختلف سرکاری ہسپتالوں میں کنٹریکٹ پر کام کرنے والے دیگر صوبوں سے تعلق رکھنے والے تمام میڈیکل آفیسرز اور ویمن میڈیکل آفیسرز کو فوری طور پر مستقل کرنے کا حکم دے دیا۔

☆ پاکستان کرکٹ بورڈ نے وکٹ کیپر ذوالقرنین حیدر کا کنٹریکٹ منسوخ کر کے ماہانہ تنخواہ روک لی، وکٹ کیپر پر تاحیات پابندی لگانے کا کوئی فیصلہ نہیں کیا گیا۔

ربوہ میں طلوع وغروب 12۔نومبر

طلوع فجر	5:06
طلوع آفتاب	6:31
زوال آفتاب	11:52
غروب آفتاب	5:13

ضرورت گھریلو ملازمہ

ایک گھریلو ملازمہ درکار ہے جس کی عمر 45-40 سال ہو جو بزرگ خاتون کی خدمت کر سکے۔ رہائش اور کھانا فراہم کیا جائے گا۔ تنخواہ معقول ہوگی (ترجیحاً ربوہ کی رہائشی ہوں)

برائے رابطہ: 047-6213160

راحت جان

تبخیر معدہ، گیس کی مفید مجرب دوا

NASIR ناصر

ناصر دواخانہ (رجسٹرڈ) گولبازار ربوہ

Ph:047-6212434

خان جنرل سٹور اقصیٰ روڈ پر

K & N'S

کی تمام ورائٹی دستیاب ہے۔ مثلاً کوفتہ کباب، شامی کباب، سیخ کباب، نگٹ وغیرہ

شراکت کاروبار کا موقع

قصور میں واقع اینوائرمنٹ کنٹرول پولٹری فارم کے چلتے ہوئے کاروبار میں شراکت کیلئے خواہشمند حضرات رابطہ فرمائیں

محمد ادریس بھٹہ: 0345-8401231

مکان کرایہ کیلئے خالی

نصیر آباد، فیروز پور روڈ لاہور میں ڈبل سٹوری پانچ مرلہ گھر کرائے کیلئے خالی ہے خواہشمند حضرات رابطہ کریں۔

خالد صدیق: 0333-4820605

مکان برائے فروخت

ایک عدد مکان واقع (182) طاہر آباد شرقی ربوہ برقبہ 10 مرلے برائے فروخت ہے

محمد اسلم جوئیہ طاہر آباد شرقی فون: 0343-7668817

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

عید آفر

کاسمیٹکس، جیولری پر خصوصی رعایت

ڈسکاؤنٹ مارٹ

ملک مارکیٹ ریلوے روڈ ربوہ

رابطہ: 0343-9166699

Dawlance Exclusive Dealer

فریج، سپلٹ اے سی، ڈیپ فریزر، مائیکرو ویو اوون، واشنگ مشین، ٹی وی، ڈی وی ڈی جیسکو جنریٹرز استریاں، جوسر بلینڈر، ٹوسٹر سینڈوچ، بیکرز، یو پی ایس سٹیبلائزر ایل سی ڈی، ویٹ مشین، ان سیکٹ کلر لائٹ انرجی سیور ہول سیل ریٹ پر دستیاب ہیں۔

گوہر الیکٹرونکس گولبازار ربوہ 047-6214458

FD-10